مضامینِ شہید

مولانا حکیم محمد عبد القیوم شہید قادری بدایونی

ترتیب و تخریج

صاحبزادہ مولانا محمد عطیف قادری (ایم۔اے عربک)

مضامین شہید

حضرت مولانا حکیم **عبدالقیوم** شہید قادری عثمانی بدایونی

ترتیب و تخریج

صاحبزادہ مولانا محمد عطیف قادری
(ایم۔اے عربک)

سلسلۂ مطبوعات (۲۶)

☆ کتاب : مضامین شہید
☆ تصنیف : مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
☆ ترتیب وتخریج : مولانا محمد عطیف قادری
☆ پروف ریڈنگ : قاری محمد شان رضا قادری
☆ طبع اول : نومبر ۲۰۰۸ء/ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ
☆ تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)
☆ کمپوزنگ : عثمانیہ کمپیوٹرز مدرسہ قادریہ بدایوں
☆ ناشر : تاج الفحول اکیڈمی بدایوں
☆ تقسیم کار : مکتبہ جام نور، ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی
☆ قیمت :

رابطے کے لئے

TAJUL FAHOOL ACADEMY

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,Budaun-243601 (U.P.) India

Phone : 0091-9358563720

انتساب

مصنف کتاب کے مرشد طریقت
نورالعارفین، تاجدار مارہرہ
حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری
قادری برکاتی مارہروی
قدس سرہ
کے نام

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

شوال ۱۴۲۹ھ/ مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد وہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدوجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسیدالحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب وتاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کردیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ دس ماہ میں ۱۳/کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی منصوبے کے دوسرے مرحلے میں ۱۵/کتابیں منظر عام پر لارہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

فہرست مشمولات

حرف آغاز

زیرنظر کتاب حضرت مولانا حکیم محمد عبدالقیوم شہید قادری بدایونی قدس سرہٗ کے ان مقالات ومضامین کا مجموعہ ہے جو آپ نے ۱۳۱۵ھ اور ۱۳۱۸ھ کے درمیانی عرصہ میں تحریر فرمائے اور ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں اشاعت پذیر ہوئے۔

تحفۂ حنفیہ ایک خالص دینی ومذہبی پرچہ تھا۔ اس کا اجراء ۱۳۱۵ھ میں عمل میں آیا۔ تحفۂ حنفیہ کے مالک، مدیر اور منتظم حضرت مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی تھے۔ اردو کے معروف محقق قاضی عبدالودود آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔ قاضی عبدالوحید فردوسی صاحب حضرت مولانا شاہ امین الدین فردوسی قدس سرہٗ (صاحب سجادہ خانقاہ بہار شریف) کے دست گرفتہ تھے۔ تحفۂ حنفیہ ۱۳۲۷ھ تک جاری رہا۔ ابتدائی برسوں میں قاضی صاحب ہی اس کے مدیر ومنتظم رہے، ۱۳۱۹ھ میں یہ ذمہ داری مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی کے سپرد کی گئی اور تحفۂ حنفیہ کی آخری عمر تک وہ اس ذمہ داری کو نباہتے رہے۔

حکیم عبدالقیوم شہید سے قاضی عبدالوحید صاحب کے بڑے گہرے اور مخلصانہ تعلقات تھے، تحفۂ حنفیہ کی اشاعت اور اس کو مقبول بنانے کے سلسلے میں حکیم صاحب نے دامے، درمے، سخنے، قلمے ہر طرح تعاون کیا۔ آپ تحفۂ حنفیہ کے مستقل قلم کار بھی تھے اور اپنے حلقۂ اثر میں رسالہ کے خریدار بنوا کر اس کی ترویج واشاعت میں بھی تعاون کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تحفۂ حنفیہ میں اس قسم کی عبارتیں جابجا نظر آتی ہیں:-

> "**شکریہ**، ہر معاون نے حتی الوسع اپنی امکانی کوشش سے دریغ نہ کیا مگر جہاں بذریعہ حامی سنت، ماحیِ بدعت مولانا حکیم عبدالقیوم صاحب قادری بدایونی زاد مجدھم السامی، حضرت نواب سکندر آباد دکن دام اقبالہ نے تحفہ کی مربیانہ سرپرستی

فرمائی تھی، وہیں حامی السنن ماحی الفتن مخدومی مکرمی مولانا الحافظ الحاج القاضی خلیل الدین حسن صاحب رئیس و وکیل پیلی بھیت کی جانی مالی تحریری وتقریری اعانت اپنی نظیر رہی، لہٰذا تحفہ اپنے ناچیز منتظم و دیگر اراکین مجلس اہل سنت کی طرف سے جملہ معاونین وخریداران تحفہ بالخصوص حضرت مولانا حکیم صاحب مدظلہ و جناب نواب صاحب دام اقبالہ و جناب قاضی صاحب زاد مجدہ کی خدمت میں سلام مسنون مع شکریہ عرض کرتا ہے۔ منتظم تحفہ''

(ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، ج ۲،ص ۳۰، بابت جمادی الاخریٰ ۱۳۱۶ھ)

زیرنظر مجموعہ میں حکیم شہید کے جو مضامین شامل کئے گئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) شفاعت نامہ جلد ۴،شمارہ ۷، بابت رجب المرجب ۱۳۱۸ھ

(۲) العلم جلد ۱،شمارہ ۴/۵، بابت ماہ شعبان ورمضان ۱۳۱۵ھ

(۳) الحق یعلو ولا یعلی جلد ۱،شمارہ ۲، بابت جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ

(۴) شعبان المعظم جلد ۱،شمارہ ۴،۵، بابت شعبان ورمضان ۱۳۱۵ھ

(۵) شہر رمضان جلد ۱،شمارہ ۴،۵، بابت شعبان ورمضان ۱۳۱۵ھ

حکیم شہید کی وفات پر ان کے ایک فیض یافتہ حضرت مولانا عبدالحی صدیقی بدایونی نے ایک تعارفی اور تعزیتی مضمون لکھا تھا، یہ مضمون بھی تحفۂ حنفیہ (ج ۴ شمارہ ۹،۱۰ بابت رمضان وشوال ۱۳۱۸ھ از ص ۱ تا ص ۱۵) میں شائع ہوا ہے۔ اس مجموعہ میں اس کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔

حضرت حکیم شہید کا مطالعہ وسیع تھا، زبان پر قدرت تھی، قلم میں سلاست و روانی ہے، مگر اسلوب پر خطیبانہ رنگ غالب ہے، یہ مضامین چونکہ آج سے ایک سو دس سال پہلے لکھے گئے تھے اس لئے ان میں مشکل عربی فارسی الفاظ کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے، جو اس زمانے کا عام مزاج و مذاق تھا بالخصوص طبقۂ علماء اور مذہبی حلقوں کی تحریروں میں عربیت اور علمیت دونوں عنصر غالب ہوا کرتے تھے، ان مضامین کو بھی اس عہد کے مخصوص اسلوب اور مزاج کو ذہن میں رکھ کر پڑھنا چاہیے۔

محمد عطیف قادری

تعارف مصنف

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

خاندان : بدایوں کا خانوادۂ عثمانیہ قادریہ برصغیر ہندو پاک کا وہ منفرد خانوادہ ہے جو علم و فن، درس و تدریس، تصوف و سلوک، ارشاد و ہدایت اور خدمت دین وحمایت مذہب کی آٹھ سو سالہ ذریں اور تابناک تاریخ رکھتا ہے۔ سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ (ولادت ۱۲۱۳ھ/ وفات ۱۲۸۹ھ) اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین قادری (ولادت ۱۲۴۳ھ/ وفات ۱۲۷۰ھ) اور چھوٹے صاحبزادے حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ/ وفات ۱۳۱۹ھ)۔ حضرت مولانا محی الدین قادری کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم مرید جیلانی (ولادت ۱۲۶۴ھ/ وفات ۱۲۹۷ھ) تھے۔ مصنف کتاب حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم قادری نوری انھیں مولانا حکیم مرید جیلانی کے صاحبزادے، مولانا محی الدین قادری بدایونی کے پوتے اور سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول بدایونی کے پرپوتے ہیں۔

ولادت، تعلیم و تربیت : آپ کی ولادت ماہ شوال المکرّم ۱۲۸۳ھ کو ہوئی۔ جد محترم حضرت سیف اللہ المسلول نے محمد عبدالقیوم نام تجویز فرمایا ''ذاکر رسول اللہ'' تاریخی نام ہے، سیف اللہ المسلول کی آغوش عاطفت میں نشو ونما ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ قادریہ

کے مختلف اساتذہ سے حاصل کی، اس کے بعد حضرت تاج الفحول کی درسگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت تاج الفحول سے حاصل کئے، فراغت کے بعد علم طب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اولاً حضرت مولانا سراج الحق قادری عثمانی (ولادت ۱۲۴۶ھ/ وفات ۱۳۲۳ھ) ابن مجاہد آزادی مولانا فیض احمد قادری بدایونی سے تحصیل کی، پھر دہلی جا کر حاذق الملک ابوسعید حکیم عبدالمجید خاں صاحب کی صحبت میں رہ کر طب میں کمال حاصل کیا۔ (اکمل التاریخ، ج:۲/ص:۱۹۵، مطبع قادری بدایوں)

بیعت و اجازت : حکیم شہید رحمۃ اللہ علیہ تاجدار مارہرہ نورالعارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئے اور آپ ہی نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ صاحبِ تذکرۂ نوری مولانا غلام شبر صاحب بدایونی لکھتے ہیں:

> مولوی حکیم محمد عبدالقیوم صاحب عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں تھے اور حضور اقدس (حضرت نوری میاں) قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ، بااخلاص عقیدت منداوراس عاجز کے بہت پیارے بھائی تھے۔
>
> (تذکرۂ نوری، ص:۱۶۵، سنی دارالاشاعت لائلپور پاکستان، ۱۹۶۸ء)

مولانا غلام شبر صاحب نے تذکرۂ نوری میں آپ کو حضرت نوری میاں کے ''اعزالخلفاء'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ حضرت تاج الفحول نے بھی آپ کو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی، اس کے علاوہ حضرت شاہ عبدالعزیز مکی قدس سرہٗ (خلیفہ سیف اللہ المسلول) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ (اکمل التاریخ، ص:۱۹۷)

عادات و خصائل : فراغت کے بعد آپ نے درس وتدریس اور مریضوں کے علاج کو اپنا مشغلہ بنایا، غرباء پروری، خدمت خلق اور حاجت مندوں کی حاجت براری کی شان آپ کے اندر نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ کے شاگرد مولانا عبدالحی صدیقی بدایونی لکھتے ہیں:

دن خدمت خلق ونفع رسانی خلق اللہ میں وقف تھا، یا درس کتب طب ہو رہا ہے یا مریضوں کے معالجہ میں اوقات گزر رہے ہیں، غرباء کو مفت دوائیں بٹ رہی ہیں، کسی سے خواہ امیر ہو، خواہ غریب کبھی بسلسلۂ طب وحکمت ایک پیسہ تک نہیں لیا جاتا یا غرباء ومساکین کی انجاح حاجات میں دوا دوش ہے یا ہدایت ونفع مسلمین کے لئے تصنیف رسائل مفیدہ ومضامین نافعہ شغل ہے، رات ذکر وفکر الٰہی کے لئے بنائی گئی تھی، سبحان اللہ عجب لیل ونہار تھے۔

(ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ، جلد۴، شمارہ ۹-۱۰، ص:۶، رمضان وشوال ۱۳۱۸ھ)

مدرسہ شمسیہ کا قیام: علم دین کی ترویج واشاعت کے لئے آپ نے جامع مسجد شمسی بدایوں میں حضرت تاج الفحول کی سرپرستی میں ایک عظیم دارالعلوم کے قیام کا منصوبہ بنایا، ۱۱رصفر ۱۳۱۷ھ کو حضرت تاج الفحول کی سرپرستی میں مدرسہ شمسیہ کا قیام عمل میں آیا، جس کے لئے عظیم الشان جلسۂ افتتاح منعقد کیا گیا، حضرت علامہ محبّ احمد صاحب صدیقی بدایونی (تلمیذ حضرت تاج الفحول) مدرسہ کے پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے۔

مولانا ضیاء القادری لکھتے ہیں:

حضرت شہید مرحوم نے ۱۳۱۷ھ میں جب دارالعلوم ندوہ کے قیام کا شہرہ ہوا تو ایک بلند پایہ درسگاہ قائم کرنے کی تجویز سوچی، اس تجویز کو مجلس علماء اہل سنت نے عملی صورت میں لانے کی تحریک کی، چنانچہ اسی سال جامع شمسی بدایوں میں ایک عظیم الشان افتتاحی جلسہ مدرسہ کا منعقد کیا گیا جس میں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی، مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب سہسوانی، مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی و دیگر مشہور علماء نے شرکت کی۔ جامع مسجد ہی میں یہ مدرسہ شمسیہ کے نام سے قائم کیا گیا۔ (تذکرۂ طیبہ، ص:۱۴، مطبع نظامی بدایوں ۱۳۵۱ھ)

آپ کی عمر نے وفا نہ کی اور مدرسہ کے قیام کے اگلے ہی سال آپ کی وفات ہوگئی، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم عبدالماجد قادری بدایونی نے اس مدرسہ کی تعمیر وترقی کے لئے جدوجہد کی اور اس کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے ''تذکرۂ ماجد''، مرتبہ: اسید الحق قادری، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں)

قلمی خدمات : آپ نے صرف ۳۵ ر سال کی مختصر سی عمر پائی، اس میں اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کے میدان میں ایک قابل قدر ذخیرہ چھوڑا، آپ کی جو تصانیف اب تک ہمارے علم میں آئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) رسالہ بیان شفاعت (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوا)
(۲) رسالہ فضائل الشہور (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوا)
(۳) رسالہ بیان غربت اسلام (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا)
(۴) سطوۃ فی رد ہفوات ارباب دارالندوۃ (مطبوعہ مطبع نسیم سحر بدایوں، ۱۳۱۳ھ)
(۵) رسالہ سماع موتیٰ (تحفۂ حنفیہ پٹنہ سے دو قسطوں میں شائع ہوا، بعد میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے علیحدہ شائع ہوا۔ اب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شائع کرنے جا رہی ہے)
(۶) رسالہ احکام واسرار صلاۃ
(۷) رسالہ تدابیر معالجات (طب غیر مطبوعہ)
(۸) شرح سبعہ معلقہ (پانچ قصائد کی شرح غیر مطبوعہ)
(۹) رسالہ علم عروض (غیر مطبوعہ)
(۱۰) اسلامی ناول (تاریخی ناول، تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا)

وفات : مدرسہ اہل سنت پٹنہ کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کے لئے حضرت تاج الفحول کے ہمراہ پٹنہ تشریف لے جا رہے تھے، فجر کے وضو کے لئے ریل سے اترے، اسی اثنا میں ریل چل دی، آپ نے دوڑ کر ریل میں سوار ہونا چاہا پیر پھسلا اور آپ پلیٹ فارم سے نیچے گر گئے، گاڑی روکی گئی، آپ کو اٹھایا گیا، پٹنہ پہنچ کر علاج شروع ہوا، وقت مقررہ

آ چکا تھا، لہٰذا ۱۴؍رجب ۱۳۱۸ھ کو آپ نے پٹنہ ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وہیں تجہیز و تکفین کی گئی، حضرت مولانا شاہ سید امین الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب سجادہ بہار شریف) نے نماز جنازہ پڑھائی، سیکڑوں علماء و مشائخ جنازے میں شریک ہوئے، آپ کی نعش کو بذریعہ ریل پٹنہ سے بدایوں لایا گیا اور درگاہ قادری میں اپنے جدّ محترم حضرت سیف اللہ المسلول کے پائنتی سپرد خاک کیئے گئے۔

مولانا ضیاء القادری آپ کے سانحۂ رحلت کی تفصیل لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> پٹنہ میں ندوۃ العلماء کا جلسہ بھی تھا اور مدرسہ اہل سنت کا سالانہ اجلاس بھی، مولانا قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم کی سرکردگی میں طلب ہوا تھا۔ آپ نے جلسہ کی کامیابی کے لئے تمام ہندوستان میں دورہ کیا اور علماء کو شرکت کے لئے آمادہ کیا، بکثرت علماء اپنے اپنے مستقر سے پٹنہ آپ کی دعوت پر روانہ ہو رہے تھے اور ہو چکے تھے، آپ بھی علماء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ ریل میں سفر فرما رہے تھے کہ وارا رنگر اسٹیشن پر گاڑی رُکی، نماز فجر کا وقت تھا آپ پلیٹ فارم پر اُترے حوائج ضروریہ سے فارغ ہوئے، وضو کیا ریل نے سیٹی دی، آپ نے حالت اضطراب میں لپک کر چلتی ریل میں سوار ہونے کا قصد کیا، ریل تیز ہو چکی تھی، پیر پھسلا لوہے کی سلاخ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آپ پلیٹ فارم اور ریل کے درمیانی خلا میں گر گئے اور نہ معلوم کتنے چکروں کے ساتھ ریل کے پہیوں میں گھسٹتے چلے گئے۔ تمام مسافروں میں شور مچ گیا مولانا شاہ محمد فاخر چشتی اجملی الہ آبادی رحمتہ اللہ علیہ سب سے پہلے چلتی گاڑی میں سے کود پڑے، گاڑی روک دی گئی۔ یہ نازک اندام شہید ملت جس کے حسن صورت و حسن سیرت میں مدینہ کی تجلیاں، بغداد کی جلوہ آرائیاں مضمر تھیں غیبی ہاتھوں، روحانی حصاروں میں ریل سے گرتے ہی لے لیا

گیا تھا۔ قادر و مقتدر مولا کی قدرت نمائیاں کارفرما تھیں، ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ ریل کے رکتے ہی بلا کسی کے سہارے حضرت شہید ملت ریل کے پہیوں سے دامن قبا چھڑاتے ہوئے باہر نکل آئے، مولانا فاخر نے جن کے پاؤں میں سخت چوٹ آ چکی تھی دوڑ کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ مسافروں، ہمراہیوں میں تشکر الٰہی کے لئے تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں مگر لوگوں نے دیکھا کہ حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدا بیں آنکھیں پُر آب تھیں، شہید ملت کو ہاتھوں ہاتھ گاڑی میں سوار کر لیا گیا۔ بظاہر جسم پر کوئی خراش نہ تھی مگر دست قضا اپنا کام کر چکا تھا، روح مضمحل تھی، غشی طاری تھی، عم گرامی مولوی ستار بخش صاحب قادری نے فوراً پٹنہ، بدایوں اور مختلف مقامات کو تار دیئے، گاڑی یہاں سے روانہ ہو کر چوسہ اسٹیشن پر جہاں پلیگ کا قرنطینہ تھا رُکی وہاں یہ پوری جماعت اُتار لی گئی۔ یہاں سے بہ ہزار دقت دوسرے روز روانگی کی اجازت ملی۔ اس اچانک حادثہ کی اطلاع تمام ہندوستان میں بجلی کی طرح پہنچ گئی۔ پٹنہ اسٹیشن پر شہید ملت کے لئے ہزاروں مسلمان بے شمار علماء و مشائخ موجود تھے۔ آپ کو کرب و اضطراب کی حالت میں فرودگاہ تک نہایت محفوظ طریقہ سے پہنچایا گیا، وہاں حضرت سید العرفاء مولانا شاہ امین احمد صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد اور دیگر مشائخ کبار بہار کے اصرار پر ڈاکٹری علاج شروع کیا گیا، ڈاکٹر نے کسی کو ملنے، گفتگو کرنے، مریض کو جنبش کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ حضرت تاج الفحول علیہ الرحمۃ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب چشتی نظامی سہسوانی، حضرت پیر دستگیر مولانا شاہ عبدالمقتدر غلام پیر، مولوی امداد رسول عثمانی، مولانا الحاج شاہ فضل مجید فاروقی، عمی خانصاحب مولوی

ستار بخش صاحب قادری، منشی مولوی شیخ ہدایت اللہ صاحب مرحوم مخصوص طور پر تیمارداری کے لئے مقرر تھے۔ اس عاشق رسول، اس شہید ملت کو جب ذرا ہوش آتا جلسہ کی شرکت اور کامیابی کا تذکرہ زبان پر جاری ہوتا، مگر قدرت کو منظور تھا کہ مذہبی عشق، صداقت و حقانیت کی دنیا، جذبات خلوص کی ہنگامہ آرائی آپ کے سینہ کے اندر ہی رہے اور ان تمناؤں کو لئے ہوئے آپ دربار ربّ العزت میں حاضر ہوں، غرض ۱۳؍رجب کو اسی حالت میں کہ تیماردار آپ کی صحت پر شاداں تھے، طبیعت روبہ افاقہ تھی یکایک دل و جگر کے ٹکڑے خون بن بن کر استفراغ کی راہ سے نکلنا شروع ہوئے۔ اُدھر جلسہ بصد کامیابی ختم ہونے کی صدا بلند ہوئی اُدھر یہ سرفروش مجاہد ملّت عروس شہادت سے ہمکنار ہو کر راہیٔ دارالقرار ہوا، **اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا الیہ راجعون** ۔ پٹنہ ہی میں غسل میت ہوا وہیں نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا سید شاہ امین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ ہزارہا مسلمان سیکڑوں علما و مشائخ نے نماز جنازہ میں شرکت کی ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلی نماز جنازہ تھی کہ بے شمار اولیا، مشائخ، علما، فضلا، صلحا و عمائد شریک ہوئے۔

(تذکرۂ طیبہ، ص: ۶، ۷، ۸، مطبع نظامی بدایوں ۱۳۵۱ھ)

اعلی حضرت فاضل بریلوی کا تعزیتی مکتوب : حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس اچانک اور حادثاتی وفات پر ہندوستان کے سرکردہ علماء و مشائخ نے حضرت تاج الفحول اور سرکار صاحب الاقتدار سیدنا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی کے نام تعزیتی خطوط ارسال کئے اور شعراء نے قطعات تاریخ نظم کئے، ان میں سے اکثر خطوط اور قطعاتِ تاریخ ایک جلد میں محفوظ کر دیئے گئے، یہ قلمی مجموعہ کتب خانہ قادری بدایوں میں محفوظ ہے۔ حضرت فاضل بریلوی نے بھی ایک طویل خط ارسال فرمایا، ہم یہاں اس خط

کے بعض ضروری اقتباس ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں:

بگرامی ملاحظہ مولانا وبکل الفضل اولانا ذی المجد والفضل والکرم الباہر مولانا مولوی محمد عبدالمقتدر صاحب رقاہم اللہ تعالیٰ الی اقصی مدارج الکمال و اعلیٰ معارج الجمال آمین۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مولانا! شب جمعہ میں مَیں نے کچھ فرصت پائی اپنے برادر اعز شہید مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرثیہ میں چند اشعار کی طرح ڈالی، حضرت سید ابراہیم میاں صاحب نے انھیں قلم بند فرما لیا کہ زبانی سہو نہ ہو جائیں، شب کو سویا تو شہید مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا میرے مکان میں تشریف لائے ہیں، بدن نہایت تر و تازہ کہ حیات دنیوی میں ہرگز ایسا نہ تھا اور رنگ کی چمک ایسی کہ گویا ہر عضو بدن سے ایک شعاع لطیف کی حالت نمایاں، خصوصاً آنکھوں کی چمک واللہ اِس وقت میری نگاہ میں ہے۔ کپڑے سر سے پاؤں تک نہایت سفید براق، بے داغ، چمکتے ہوئے کہ ایسے کپڑے حیات میں تو کسی کے قطعاً سننے میں بھی نہ آئے اور خواب میں بھی سوا حضرت والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کے دیکھنے یاد نہیں، بہت شاد و مسرور آکر نہایت محبت کے ساتھ میرے سینے سے لپٹ گئے میں نے غایت محبت برادرانہ سے برخلاف عادت حیات کہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا کرتا تھا لبوں کا بوسہ لیا اور آنکھ کھل گئی، کچھ باتیں کہ ہوئیں اصلاً یاد نہ رہیں، میں نے چاہا تھا کہ صبح ہی آپ کو بحمد للہ تعالیٰ اس رویاء صالحہ کی اطلاع لکھوں گا مگر کچھ بے فرصتی کچھ آپ کے گرامی نامہ کا انتظار رہا، وہ اشعار یہ تھے۔

ابکی و امزج دمعاً ساجماً بدم

وما بکائی لجیران بذی سلمٖ

ولا لریح اتت من صوب کاظمۃ

ولالبرق بدا فی الداج من اضمٖ

تقریباً دس اشعار تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

دعاء فرمائیے کہ قصیدہ بالخیر ختم ہو جائے، جب سے پھر ایک مصرع کی فرصت نہ ملی، ہاں فارسی میں ایک قطعہ تاریخی دو شعر کا لکھا ہے جس سے کئی ہزار تاریخیں نکل سکیں گی، یہ ایجاد خاص ہے اس قطعہ سے غالباً انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہزار سے زائد قطعات تاریخی نکلیں گے، ہر قطعہ مثل اصل چار مصرع کا ہر مصرع ہر قطعہ کا تاریخی ہوگا تو امید ہے کہ چار ہزار سے زیادہ مصاریع تاریخی پیدا ہوں گے، ابھی اس کا محاسبہ نہیں کیا ہے، یہ قطعہ رات ہی لکھا ہے، آپ کا عنایت نامہ مع عبارت تشریف لایا **جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء**

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

مولانا! یہ اذل ارذل بھی آپ کو اعلیٰ حضرت دام ظلہم (تاج الفحول، اسیدؔ) کے مخاطبہ کے لائق نہیں سمجھتا لہٰذا جو کچھ عرض کرتا شہید مرحوم کو خط لکھتا کہ بہ نسبت آپ کے ان سے زیادہ بے تکلف تھا، میں نے ان آنکھوں سے اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے والد کریم دام ظلہم کا غایت ادب کرتے دیکھا ہے، مجھ پر لازم ہے کہ آپ کا ادب کروں، اور شہید مرحوم سے بے تکلفی کا برتاؤ تھا اب کہ وہ تشریف لے گئے اور ہماری کمریں خم کر گئے آپ سے مخاطبہ کیا کرتا ہوں، اللہ عزوجل آپ کو ہر شر سے محفوظ ومصون اور قرون متطاولہ تک مفیض

مسلمین و معافی و مامون رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین والحمدللہ رب العالمین۔

اس کے بعد مطبع اہل سنت اور مدرسہ منظر اسلام کے انتظامی امور سے متعلق کچھ باتیں تحریر فرما کر خط کا اختتام کرتے ہیں، یہ خط ۱۰/شعبان ۱۳۱۸ھ بروز منگل کو بریلی سے تحریر کیا گیا ہے۔

اولاد : حضرت حکیم شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو صاحبزادے ہوئے۔

(۱) مجاہد آزادی حضرت مولانا حکیم ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی

(۲) مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالماجد قادری بدایونی کی ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے زمانے کے زبردست خطیب اور قومی و ملی قائد تھے، جدوجہد آزادی میں صف اول میں قائدانہ کردار ادا کیا، اپنے زمانے کی تمام اہم ملی و قومی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۲۰ سے زیادہ تصنیفات و تالیفات کا ذخیرہ چھوڑا، تحریر و تقریر، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور احقاق حق و ابطال باطل ہر میدان میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین و ملت کی خدمت کی۔ ۳/شعبان ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) کو صرف ۴۶/سال کی عمر میں وفات پائی، درگاہ قادریہ بدایوں میں اپنے مرشد گرامی سیدنا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری بدایونی کے پائنتی آرام فرما ہیں۔ (تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ''تذکرۂ ماجد''، مرتبہ: اسید الحق قادری)

چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی ۱۳۱۸ھ میں پیدا ہوئے، عالم و فاضل، بہترین خطیب، ملی قائد اور مصنف تھے، ملی تحریکات میں اپنے بڑے بھائی کی زیر نگرانی حصہ لیا، بعد میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے اور قیام پاکستان کی جدوجہد میں

شریک رہے، تقسیم کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے وہاں جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بنائے گئے اور وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے تمام ممالک اسلامیہ اور روس و چین کا دورہ کیا، تاکہ پاکستان کے حق میں عالمی رائے عامہ ہموار کی جا سکے۔ مختلف مذہبی، ملی اور سیاسی موضوعات پر ۲۰ سے زائد کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۰ء) میں کراچی میں وفات پائی اور اپنے قائم کردہ ادارے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کراچی میں سپرد خاک کئے گئے۔

قیام پاکستان کے لئے آپ کی جد و جہد کے اعتراف میں چند سال قبل حکومت پاکستان نے آپ کے نام کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

ان دونوں حضرات کا سلسلۂ اولاد واخلاف پاکستان، انگلینڈ اور امریکہ میں موجود ہے۔

حکیم عبدالقیوم شہید حیات وخدمات

مولانا محمد عبدالحی صدیقی قادری بدایونی (مرحوم)

اس دہر ناپائیدار میں وہ کون ساغنچہ ہے جو ایک روز خزان غم سے پژمردہ نہ ہوا، وہ کون شعلہ ہے جو بادِ صرصر حوادث سے افسردہ نہ ہوا، صغیر کبیر، امیر وزیر، اچھے برے سب اپنے اپنے وقت مقررہ واجل مسمی پر اس خاکدان فنا کوالوداع کہیں گے **لا یستقدمون ساعۃ و لا یستاخرون**. لیکن مجھ کو اس مقام پر اتنی گذارش کرنا ہے کہ جس طرح اُس حکیم علی الاطلاق نے اس زندگانی دنیا و معیشت چندروزہ کو ایک رنگ ایک ڈھنگ پر نہیں چلایا، کسی کو کیسا، کسی کو کیسا بنایا یوں ہی اُس کی حکمت کا اقتضاء کہ موت اور فیما بعد الموت کے آثار کے اعتبار سے بھی فرق بے انتہا پیدا **ولـلآخـرۃ اکبر درجت واکبر تفضیلا** (آخرت کے لئے بڑے درجات اور بڑی فضیلتیں ہیں)، **صـدق الـحبیـب الکریم علیه الف صـلوٰۃ وتسلیم من کره لقاء اللّٰہ کره اللّٰہ لقائه ومن احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لـقائه** (حبیب کریم ﷺ نے نا لکل سچ فرمایا کہ جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس سے ملاقات ناپسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے) سچ ہے بیشک اچھوں کی زندگانی بھی اچھی ان کی موت بھی اچھی، غم بھی اچھا خوشی بھی اچھی، ان کی ہر ادا محبوب ہر طرز خوب ومرغوب ؎

شمع کشتہ ہوئی تو گل ٹھہری　　　اچھے اچھے ہیں ہر بہانہ سے

اُن کی موت کا دن اُن کے لئے صبح عشرت عید سے بڑھ کر کامرانی وفرحتِ جاودانی کا دن ہوتا ہے، ان کی شب تربت شب حسرت نہیں ہوتی شب قدر وصال وشب معراج خلوت ہوتی ہے ان سے کہا جاتا ہے **نـم کـنـومۃ العروس** قبر چھوٹا سا تاریک بدنما گڈھا نہیں ہوتا بلکہ **روضۃ مـن ریـاض الـجنۃ یفسح له مد بصره** (تا حد نگاہ وسیع جنت کے

باغوں میں ایک باغ) بیشک مبارک ہے اُس بندہ برگزیدہ کی زندگی جسے مولیٰ جل وعلا اپنا بنالے اور اپنے مقدس دین کے کام اُس کے ہاتھوں نکالے، خنک وہ آنکھ جو اُس کے لئے جاگے، کامیاب وہ دل جو اُس کے یاد میں سرگرم وفا رہے، رشک حیات وموت جو عروس ناز بن کر دربار قدس سے اُترے اور وسیلۂ وصول وصال وذریعہ حیات جاوداں بنے **الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب** (موت ایک پل ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب سے ملاتا ہے) ایسوں کا نوحہ ماتم مرگ اگرچہ اُن کے لئے نغمہ شادی وصال سہی لیکن پس ماندوں کے لئے باعتبار مذہب ودین عجب سانحہ مصیبت قرین ہوتا ہے **کما ورد موت العلماء ثلمة فی الدین** (علما کی موت گویا دین میں ایک رخنہ ہے) اس پر آسمان وزمین گریۂ خونیں کرتے ہیں، ایسوں کے لئے ملائکہ رحمت اطباق انوار کرامت لے کر عالم قدس سے اُترتے ہیں۔ ہاں ہاں ان کی موت ایک قانون ہدایت وکارنامہ طریقت بنائی جاتی ہے، سرمایۂ برکت وکرامت ٹھہرتی ہے ایک نمونۂ قدرت قائم ہوتا ہے کہ غافلان دار فنا و پابندان دام دنیا خواب غفلت سے متنبہ ہوکر دیکھیں کہ سچے مردان خدا کس خوبی وجواں مردی سے اپنے مطلوب حقیقی سے ملتے ہیں، ان کے انتقال کے بعد وہ آسمانی روحانی برکتیں جو اُن کی زندگی کے حصہ کو ملی تھیں دو حصے ہو جاتی ہیں ایک اُخرویہ وہ ابدالآباد تک اُن کا ساتھ دیتی ہیں دوسری دنیویہ وہ اُن کی نسل اُن کے ذکر بلکہ ہر اُس شے پر جو اُن کی طرف منسوب ہوتی ہے منقسم ہو جاتی ہیں، حتی کہ اُن کے تذکرے ترجمے تاریخی حالات سوانح عمریاں گم گشتگان راہ ہدایت وطالبان گو ہر حقیقت کے لئے رفیق طریق ورہنما شاہراہ تحقیق ٹھہرتے ہیں اپنی کشش روحانی وجذبۂ ایمانی سے دل کو کھینچ کر خدا کی طرف متوجہ کرتے ہیں، اسی لئے فرمایا ہے **الا عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمة** (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے) مَیں اس وقت اپنے استاذ معظم، ہادی مکرم، رہنمائے طریق، مخزن تحقیق وتدقیق کا نہایت مختصر سا حال معیشت دنیا اور انتقال پر ملال حوالہ خامہ علی سبیل الاستعجال کرتا ہوں اور اپنے سنّی بھائیوں کو دکھاتا ہوں کہ اس زمانہ میں

بھی ایسے مردان راہ خدا تھے جو اپنی زندگی و موت میں اصحاب کرام کا نمونہ تھے صدق الحبیب ﷺ **مثل امتی مثل المطر** (میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے) پھر ایسوں کے اُٹھ جانے سے کیا کچھ صدمہ آ کر مذہب مقدس کو نہ پہنچا ہوگا اور ان کو اس ناچیز تحریر کے ذریعہ سے رغبت دلاتا ہوں کہ لِللہ اسی طریقہ کو اختیار کر کے اس زمانۂ پرفتن میں اپنی تھوڑی سی حیات مستعار کو مذہب مقدس کی تائید وتقویت کے لئے وقف کردیں کہ یہی سرمنشاء خلقت انسانی ومقبول حضرت رحمانی ہے وبس۔ **الا کل شی ما خلا اللّٰہ باطل** (بیشک اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے) پھر اس مردمیدان ہدایت کے وسیلہ سے جس کا یہ تذکرۂ جمیلہ ہے دربار رب العزت سے التجا کرتا ہوں کہ وہ ہم کو بھی اپنا بنا کر ہم سے اپنے دین کے کام لے اور اسی دُھن میں جِلائے اور اُسی میں مارے۔ **اللّٰھم اجعلنا ممن لزم ملة نبیک واعزَّ کلمته ونصر حزبه ودعوته ولم یخالف سبیله وسنته وانزل علینا فی کل حین رحمته وارزقنا یوم الدین بالحظ الاوفی شفاعته آمین.**

حضرت اُستاذی، حامی ملت، ماحی بدعت، صاحب خلق عظیم، الحاج الحکیم ذاکر رسول اللہ المولوی عبدالقیوم الشہید ابن جناب حاجی حافظ مولوی محمد مرید جیلانی ابن جناب والا نصاب حضرت مولانا مولوی محمد محی الدین ابن سیف اللہ المسلول حضرت سیدنا ومرشدنا ومولانا معین الحق فضل الرسول العثمانی القادری البدایونی رضی اللہ عنہ۔

ولادت : واضح ہو کہ ولادت باسعادت آپ کی ۱۲۸۳ھ میں بماہ عید الفطر واقع ہوئی۔ سیف اللہ المسلول قدس سرہ العزیز نے آپ کا نام محمد عبدالقیوم تجویز فرمایا اور ذاکر رسول اللہ نام تاریخی ٹھہرا۔ سچ فرمایا گیا **الاسماء تنزل من السماء** (نام آسمان سے نازل ہوتے ہیں) ذکر حضرت خاتم رسالت شفیع امت نبی رحمت ﷺ میں حق تعالیٰ نے عجب محویت کاملہ عطا فرمائی تھی، رگ و پے میں ساری تھا گویا خمیر طینت و جزو روح بن گیا تھا۔ چونکہ آپ کے والد ماجد آپ کی حالت صغرسنی میں اس دہر ناپائیدار سے رحلت کر گئے تھے لہٰذا آپ نے اپنے جد امجد کے حقیقی بھائی یعنی حضرت اقدس افضل العلماء اکمل الاولیاء

مولانا الحاج الحافظ محبّ الرسول شاہ عبدالقادر عثمانی حنفی قادری دام اللہ ظلال برکاتہم کے سایۂ عاطفت وظل حمایت میں تربیت پائی چنانچہ ۱۲۹۸ھ میں بہ ہم رکابی حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ آغاز سال شانز دہم میں حج بیت اللہ وشرف زیارت روضۂ مطہرہ حضور رحمۃ اللعالمین سیدالانبیاء والمرسلین ﷺ سے مشرف ہوئے۔

تحصیل علم : آپ نے کل علوم عقلیہ ونقلیہ، صرف ونحو، معانی وادب، فقہ واصول، تفسیر وحدیث، عقائد وکلام، منطق وفلسفہ وغیرہ درسیات بالاستیعاب حضرت اقدس (تاج الفحول) سے ہی تحصیل فرمائی، تکمیل طب کی علماً وعملاً اولاً حضرت حکیم محمد سراج الحق صاحب قبلہ بدایونی سے پھر دہلی جاکر یگانۂ روزگار مشہور دیار وامصار جناب حاذق الملک ابوسعید حکیم عبدالمجید خاں صاحب سے نہایت غور وتامل وتحقیق وتدقیق سے فرمائی، جس کی سند تکمیل پر جناب والا حکیم محمود خان صاحب نے بھی نہایت فرحت وانبساط سے دستخط ثبت فرمائے۔

اس تھوڑی سی عمر میں رب العزت نے وہ دست شفا عطا کیا تھا اور دربار قدرت سے وہ ذہن صحیح التشخیص ملا تھا کہ امراض مزمنہ عسیرۃ العلاج قلیل مدت میں بادنی توجہ یک لخت زائل ہو جاتے جس سے بڑے بڑے حکما انگشت بدنداں ہوتے۔

تصانیف : اِن علوم میں سے مخصوص علم کلام کی طرف اور انواع علم کلام میں سے بالخصوص ردفرقہ ناریہ، لہبیہ، نجدیہ، عنیدہ، وہابیہ کی طرف پوری توجہ مبذول تھی کہ وہ درحقیقت میراث اُن کے دودمان والاشان کی ہے۔ تحریر ایسی پُر زور اور مؤثر تھی کہ مخالف ہیبت کلام سے دم بخود رہ جاتے ہیں لطافتِ فصاحت، نزاکت بلاغت، سلامت عبارت، شان ارتفاع کلام و حسن نظام ہر ہر فقرہ سے ٹپکتی، بعض حصص سیر ومغازی حضرات اصحاب کرام کا وہ نفیس و پر لطافت ورنگین ترجمہ فرمایا کہ فصحاء روزگار لوہا مانے ہوئے ہیں جو بطرز ناول تحفۂ حنفیہ کے پرچوں کے ہمراہ شائع ہوتا رہا۔ رسالہ بیان شفاعت، رسالہ فضائل الشہور، رسالہ بیان علم عروض، رسالہ بیان غربت اسلام، سطوہ فی ردّ ہفوات ارباب دارالندوہ، رسالہ سماع موتی، رسالۂ مبسوط احکام واسراء صلوات جو سفر حیدرآباد میں امام جامع مسجد جامع سکندرآباد کی

فرمائش سے لکھا تھا وغیرہ وغیرہ لطیف رسائل اہل اسلام کے حق میں نافع اور مفید ثابت ہوئے۔ طب میں رسالہ ''تدابیر معالجات مرضیٰ'' اس خوبی کا تحریر فرمایا کہ فہرست ہی کے پیرایہ میں کل علم طب کے اسرار دقیقہ ورموز خفیہ حل کر گئے جو مسودہ سے مبیضہ نہ ہونے پایا۔ کتاب ناپاک جس کا اُس کے مصنف گستاخ وبیباک نے ''امہات المومنین'' نام رکھا ہے وہ دندان شکن مبسوط تحقیقی والزامی جواب لکھنا شروع کیا تھا جس کا مثل چشم زمانہ نے نہ دیکھا ہو قدرے ناتمام رہا ہے۔ علم ادب میں ''شرح سبعہ معلقہ'' نہایت تحقیق سے ارقام فرمائی جو پانچ قصائد تک صاف ہو کر ناتمام رہی و**کم حسرات فی بطون المقابر باقی** وہ مضامین لطیفہ مختصرہ جو اسلامی مذہبی پرچوں رسالوں میں اکثر شائع ہوتے رہے ان کا تو حصار دشوار منجملہ اُن کے مقدس اور نامور رسالہ ''تحفۂ حنفیہ'' جو شہر عظیم آباد پٹنہ سے ماہوار نکلتا ہے اُس میں تو تقریباً ہر پرچہ میں اُن کے مضامین نافعہ مفیدہ مندرج ہوتے تھے۔ اس رنگین چمن شاداب اہل سنت میں آپ کی لطیف تقریریں گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح خوشنما و زیبا نظر آتی تھیں اور دماغ جان ایمان کو معطر کرتی تھیں لیکن قضاء الٰہی کہ یہ بہار طرب اتنے ہی دنوں کے واسطے اپنا جلوۂ جاں فزا دکھانے کو روضۃ القدس سے اِس خاکدان دنیا میں آئی تھی۔ اب اس نو ایجاد مقبول الطباع دلفریب رنگ تحریر میں مذہبی مضامین وتحقیقات کے پیارے لطیف جھلکتے جلوے کہاں دیکھنے کو ملیں ؎

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

نظم میں بھی ماشاء اللہ عجب لطیف ونازک طبیعت پائی تھی۔ اردو فارسی کے علاوہ عربی قصائد بھی انشاء کرتے مگر کم اتفاق ہوتا بایں ہمہ جو کچھ کہا خوب اور نہایت اعلیٰ پایہ کا کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اُن کی مبسوط تاریخ میں اُن کا خلاصہ درج ہوگا۔

بیعت و اجازت : تحصیل وتکمیل علوم ظاہریہ درسیہ عقلیہ ونقلیہ اور پابندئ ظاہر شریعت وتقویٰ کے ساتھ علوم باطن وسلوک طریقت سے بھی خبردار تھے، اجازت وخلافت طریقہ عالیہ قادریہ اور دیگر سلاسل چشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کی آپ کو اپنے جد امجد ومربی

حضرت اقدس تاج الفحول سیدنا ومولانا الحاج الحافظ محمد عبدالقادر محبّ الرسول دامت ظلال برکاتہم العلیہ اور حضرت بقیۃ السلف زبدۃ الکرام حضرت مرشدنا ومولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری زیب سجادہ برکاتیہ مارہرہ شریفہ اور جناب مولانا المعظم الصوفی الحاج حکیم عبدالعزیز صاحب مکی سے جو مکہ معظّمہ میں منجملہ خلفاء حضرت سیف اللہ المسلول قدس اللہ سرہ العزیز کے تھے حاصل تھی۔ دماغ جان خوشبوئے معرفت سے معطر دل جلوۂ برق جمال سے منور حضور اقدس غوث الاعظم قطب اکرم پیران پیر دستگیر عالم رضی اللہ عنہ کے ساتھ شان محویت وفنائیت جلوہ گر تھی آپ کے ذکر اقدس کے عاشق زار تھے غرض کہ اس تھوڑی عمر میں بہت سے کمالات کا مجموعہ تھے۔ دن خدمت ونفع رسانی خلق اللہ میں وقف تھا یا درس کتب طب ہورہا ہے یا مریضوں کے معالجہ میں اوقات گزر رہے ہیں غرباء کو مفت دوائیں بٹ رہی ہیں، کسی سے خواہ امیر ہو خواہ غریب کبھی بسلسلۂ طب وحکمت ایک پیسہ تک نہیں لیا جاتا یا غرباء ومساکین کی انجاح حاجات میں دوادوش ہے یا ہدایت ونفع مسلمین کے لئے تصنیف رسائل مفیدہ ومضامین نافعہ کا شغل ہے رات ذکر وفکر ویاد الٰہی کے لئے بنائی گئی تھی سبحان اللہ عجیب لیل ونہار تھے۔

اے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست
وے خنک چشمے کہ آں گریان اوست

رد بدعت : آپ نے اپنے حسن تدبیر وفکر صائب سے احیاء سنت واماتت بدعت کے متعلق ایسے ایسے اہم اور عمدہ اور مشکل امور باحسن وجوہ واسہل الطرق انجام دیئے جو اُن کے واسطے قیامت تک باقیات صالحات کا کام دینگے اور سچے سنیوں کے دل وجان سے اُن کے صلہ میں ہمیشہ جواہر زواہر ادعیہ وافرہ اُن کے مرقد پر نثار ہوتے رہیں گے۔

مثلاً اس نواح میں بسبب اختلاط قرب وقرابت فرقہ شیعہ کے اس قدر بعض قلوب میں مداہنت نے اثر کرلیا ہے کہ مدارات دنیوی وملاطفت ظاہری سے گزر کر سرحد مداہنت مذہبی وضعف ایمانی میں داخل ہوگیا ہے اور خلق ورفق سے متجاوز ہوکر رکون ممنوع ووداد

محظور بن گیا ہے حتی کہ شہر اللہ المحرم میں جو ذکر شہادت حضرات ائمہ اہل بیت کرام کے مجالس منعقد کیے جاتے ہیں، اُن میں بھی وہی مراثی شعراء شیعہ جن کے شعر شعر کی رگ و پے میں بوئے سبّ وتبرا واتہام وافترا سازی ہے جن کے بند بند میں اکاذیب مختلفہ و روایات موضوعہ کے طومار ہیں اور وہی رسائل باطلہ مشتمل بر بیانات کاذبہ جو اُس فرقہ کے وضّاعین کے گڑھے ہوئے ہیں خود اُنھیں کے سوز خوانوں یا کتاب خوانوں کے زبانی پڑھوائے جاتے ہیں اور پھر طرہ یہ کہ علی حسب المراتب وبقدر ہمت نذریں گزرانی جاتی ہیں ۔

یکے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ

کامضمون **خسر الدنیا والآخرة** کا مصداق ۔لہٰذا اس محی سنت بیضاء نے خواب غفلت سے چونکایا۔ اثر تقریر تو وہ خداداد تھا کہ جس سے دو باتیں کرلیں اپنا بنالیا۔ فدائیت حضرت محبوب اکرم دستگیر عالم رضی اللہ عنہ نے وہ پرتو محبوبیت ڈالا تھا کہ سارا شہر ثنا خوان تھا۔ وہ پکے مخالفین جوان کے صریح ایمانی وجانی اعدا ہیں اِن کے سامنے ہیبت حق کے سبب سے دم نہ مار سکتے بلکہ ان کی غیبت میں بھی ان کے آفتاب جیسی جھلکتی خوبیوں کی تعریف ہی کرتے بنتی سچ کہا ہے **والفضل ما شهدت به الاعداء** (فضیلت وہ ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دیں) بناء علیہ اُنھوں نے یہ رائے عام مجمع اہل سنت میں پیش کی کہ یہ نامہذب طریقہ مجلس ذکر شہادت بدلنا چاہیے اور بطرز خوب ووجہ مرغوب جو عنداللہ وعندالرسول مستحسن ومحبوب ہو قائم کرنا چاہیے بحمد اللہ اتفاق عام کا سماں پیش نظر تھا بادی النظر میں یہ امر بوجوہ اختلاط وشدت ارتباط وپیچید گیہائے سلاسل قرب وقرابت اخوت ومصاہرت مشکل معلوم ہوتا لیکن ان کے خلوص قلبی کا کرشمہ کہ رب العزت نے توفیق خیر فرمائی۔ ہر طرف سے صدائے تحسین وآفرین آئی چنانچہ تین سال تک اس امر کا بخوبی خود اہتمام کیا۔ ایک ایک دن میں تین تین چار چار مقام پر ذکر شہادت وفضائل ائمہ اہل بیت اس خوبی وخوش اسلوبی سے بیان کرتے کہ عرصۂ مجلس نمونۂ میدان کربلاء معلٰی بن جاتا، درودیوار روتے بعض وقت خود بھی بیان کرتے کرتے بیخود ہو جاتے عجب تر یہ کہ صحت روایات کا اس قدر التزام کہ ممکن

نہ تھا کہ کوئی حرف بھی خلاف طریقہ مقدسہ اہل سنت زبان سے سرزد ہو جائے۔ظاہر یہ ہے کہ التزام صحت روایات و پابندی طریقہ مجال بیان کے تنگ کرنے کے لئے قوی سبب ثابت ہوئی ہے اسی سبب سے وعاظ جہال جن کو رونا رُلانا مدنظر ہوتا ہے محافل بیان کی تسخیر اور سامعین کی دلجوئی مقصود اصلی ہوتی ہے۔روایات کاذبہ بے سروپا سے بہت کچھ کام چلایا کرتے ہیں لیکن یہاں اس قدر اثر کا عالم غیب سے نازل ہونا باوجود سخت التزام وتقئید کے محض قوت ایمانی وسوزش راز نہانی کا کرشمہ تھا۔

جس جگہ خود نہ جا سکتے وہاں باصرار اور احباب و نیز علماء مدرسہ قادریہ کو بھیجتے غرض کہ اکثر شہر کے اہل سنت اس نوح ہدایت کے سچے نفع محض مشوروں سے طوفان بے تمیزی پابندی رسوم بدعت سے نجات پاتے، میں خیال کر سکتا ہوں کہ اگر اہل شہر کی قسمت یاور ہوتی اور اس مرد میدان ہدایت کی عمر اور وفا کرتی تو ضرور سارے شہر کو اس بلا سے اور یوں ہی اور بلاؤں سے پاک کر کے چھوڑتا لیکن مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ **رضینا بقضاء اللّٰہ و حسبنا اللّٰہ** اس امر کی تکمیل کے واسطے اُنھوں نے یہ بھی قصد کیا تھا کہ ایک رسالہ ضمیمہ ذکر شہادت بروایات صحیحہ تیار کیا جاوے لیکن چونکہ صحت روایات کا التزام تھا اور اُن کی چھان پھٹک کی طرف توجہ تھی اس سبب سے وہ عرصۂ قلیلہ میں پورا نہ ہونے پایا صرف بیان شہادت حضرت ریحانہ رسول الثقلین سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاختصار صاف کیا گیا۔انشاءاللہ اُتنا ہی شائع کر کے ہدیہ بزم مشتاقان ہوگا۔

مدرسہ شمسیہ کا قیام : یوں ہی اس پر آشوب زمانہ میں کہ جہالت کی گرم بازاری ہے علوم دنیا کی تحصیل میں ہر کہ ومہہ اس قدر منہمک ہے کہ علم دین کی طرف توجہ کو مخالف زندگانی دنیا سمجھ کر یکلخت چھوڑ دیا ہے اور **افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا** (بغیر علم کے فتویٰ دیا خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا) کے مصداق بن گئے ہیں ہر طفل مکتب مضمون نگار، اخباروں کا ایڈیٹر، قانون انگریزی کا وکیل، بیرسٹر یا مڈل پاس مسائل شرعیہ وعقائد دینیہ میں اپنی ناپاک رائے اور بے ہودہ خیال لگانے کو مستعد اور محقق و

مجتہد بننے کی ہوس میں اپنے جامہ میں نہیں سماتا جس کے سبب سے تمام نحوستیں دنیا بھر کی بدبختیاں قوم پر گھٹا بن کر ہجوم کر آئے ہیں۔آپ نے مسجد جامع شمسی میں مدرسہ قدیمہ اہل سنت کو جوایک عرصہ سے غرق نمکدان فنا ہو چکا تھا از سر نو حیات تازہ بخشی اپنے پرزور مواعظ سے شہر والوں کے دلوں کو ہلا ڈالا، سب رؤساء شہر اس مرد میدان ہدایت کے ایک ہی پر جوش نعرہ میں ادھر بجان و دل متوجہ ہو گئے اور ۱۱/صفر ۱۳۱۷ھ کو اُن کی قوی ہمت کے اثر سے اُس کا افتتاح ہو گیا۔سالانہ جلسہ تو اس دھوم دھام کا کیا کہ دیار وامصار کے اکابر علمائے اہل سنت کو بلا کر شہر کو ایک جنۃ الفردوس کا ٹکڑا بنا دیا۔اہل سنت بدایوں اس مرحوم شہید کے اس عظیم احسانات کو ہرگز نہیں بھول سکتے جب تک بدن میں جان، دل میں نور ایمان ہے، اُن کے یہ کارنامے ضرور اپنی یاد دلائیں گے اور اُن کی مفارقت پرخون رُلائیں گے۔

حفظ قرآن مجید : باوجودیکہ دنیا بھر کے کام ان کے سر تھے، مدرسہ قادریہ کے دینی و دنیوی امور کا بندوبست، تصانیف رسائل و کتب ومضامین کا سلسلہ پھر مشغولی درس طب ومعالجہ مرضی کا اہتمام وغیرہ وغیرہ لیکن بایں ہمہ شوق حفظ کلام مجید وفرقان حمید بھی بعالم شباب دل میں سمایا ماہ مبارک رمضان شریف میں تھوڑا تھوڑا دن کو یاد کرتے، شب کو محراب میں سناتے لیکن نوبت اتمام نہ پہنچی کہ اس دار ناپایدار سے رحلت فرما گئے اور اس طرح اپنا چہرہ زمرۂ حفاظ کلام ربانی میں بھی لکھوالیا جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔

یہ چند باتیں تو بطور بمثل مشتے نمونہ ازخروار ذکر کی گئیں ورنہ اُن کی خوبیاں جس سے ایک عالم اُن کا گرویدہ تھا ایسی نہیں جو حیطۂ تحریر میں سما سکیں۔

ذکر وفات : ماہ جمادی الاخری میں جس کی دوسری تاریخ کو وصال حضور سیف اللہ المسلول قدس اللہ سرہ العزیز کا ہوا ہے۔یکم سے ہفتہ بھر تک محافل متبرکہ عرس سراپا قائم رہتی ہیں۔فرحت ایمانی ونور عرفانی کے لحاظ سے عرصہ سال کامل میں اس ہفتہ کو ہفتہ عیش وسرور اور اسبوع النور کہنا بجا ہے۔اس عرس سراپا قدس کا دستور برکت ظہور یوں ہے کہ یکم کو ذکر ولادت باسعادت حضرت ختم رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ و دیگر فضائل عظیمہ بیان کیا جاتا

ہے۔ دوسری کو بذیل فضائل نبویہ ذکر فضائل افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیدنا عتیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مخروج ومندرج ہوتا ہے۔ یوں ہی ایک ایک تاریخ کو حضرات خلفاء کرام میں سے ایک ایک کا ذکر مبارک بہ ترتیب بیان کیا جاتا ہے بتاریخ ششم فضائل اہل بیت اطہار وائمہ کبار اور ذکر شہادت سن کر اہل اسلام کی قوت ایمانی دوبالا ہوتی ہے بتاریخ ہفتم (۷؍ رجمادی الاخریٰ) فضائل اولیاء کرام خصوصاً حضرت سید الاولیاء الامجاد قطب الاقطاب فرد الافراد غوث الثقلین قطب الکونین رضی اللہ عنہ اور حضرات خواجگان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین بیان ہوتی ہیں۔

اس سال یعنی ۱۳۱۸ھ میں بتاریخ ششم (۶) جمادی الآخرہ جو کہ تاریخ ذکر شہادت ہے محفل عرس مقدس میں مزار فائض الانوار کے خاص مواجہ شریفہ میں اس جان نثار راہ محبت حقیقی نے بیان شہادت کچھ ایسے عجب جوشیلے انداز سے پڑھا کہ ساری محفل عرصۂ قیامت کا نمونہ بن رہی تھی در و دیوار سے برکات میدان کربلائے معلیٰ برس رہی تھیں وہ کیفیت جو قلوب اہل اسلام پر اُس وقت طاری تھی تحریر میں نہیں آسکتی، صدہا اہل اسلام سادات کرام و مشائخ عظام وعلماء اعلام جو بتقریب عرس شریف دیار وامصار سے آئے ہوئے تھے موجود تھے ختم بیان کے وقت جب دعاء مستجاب کو ہاتھ اُٹھائے سب کے سب حضرات موجودین پکار پکار کر آمین کہہ رہے تھے کہ دفعتہً بکمال جذبۂ حقانی وکشش غیبی یہ دعا بھی مانگی کہ ''الٰہی بہ برکت شہادت اہل بیت رسالت وعترت خاندان نبوت اپنے اس بندۂ گنہگار کو بھی خمخانہ شہادت سے ایک جام شربت عطا فرما'' گو اُن کا بکمال الحاح وتضرّع حضرت رب العزت میں یہ عرض کرنا سب احباب کے قلوب میں ایک عجب طرح کا ولولہ انگیز اثر پیدا کر گیا لیکن چونکہ حجاب غفلت درمیان ہے لہٰذا یہ نہ سمجھا گیا کہ یہ دعا تیر بہدف بن چکی ہے اور اُس دل مشتاق سے نکل کر سیدھے دربار قبول تک پہنچ کر مستجاب ہوگئی ہے **لو اقسم علی اللّٰہ لا برّہ** (بندۂ مومن اگر اللہ کو قسم دے کر کوئی چیز طلب کرتا ہے تو وہ ضرور عطا فرماتا ہے) کا مضمون ظاہر ہوا اور اُن کا اُس وقت کا بصدق جوش قلبی دعا کرنا اور ہزاروں اہل اسلام کا آمین کہنا

ایسا موثر ہوا کہ چالیس روز کے اندر ہی اندر اس رتبہ علیائے قرب سے فائز ہو گئے اخــرج
الامـام مسـلـم فـی صحیح من طلب الشهادة صادقا اعطیها ولولم تصبه یعنی
امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ جو شخص خدا سے درجۂ شہادت مانگے گا اور صدق و
خلوص سے یہ دعا کرے گا وہ اگر چہ ظاہر میں شہید نہ ہو لیکن اس مرتبہ کی سرفرازی اُس کو
حاصل ہوگی۔ کیفیت اس سانحہ ہوشربا اور حادثہ جانگزا کی یوں ہے کہ جناب مکرم حامی السنن
ماحی الفتن مولانا قاضی مولوی محمد عبدالوحید صاحب قاضی عظیم آباد پٹنہ نے عرصہ سے ایک
مدرسہ اہل سنت قائم کیا ہے۔ قاضی صاحب کی اس مرحوم شہید سے سچی ہمدردی اسلامی اور
خالص اخوت ایمانی ومحبت فی اللہ حد درجہ تک پہنچ گئی تھی چنانچہ جب جلسۂ افتتاح مدرسہ
منعقد کیا تھا تب بھی یہ شرکت کی غرض سے عظیم آباد گئے تھے اور نہایت پر اثر تقریر بابت تقرر
و قیام مدرسہ فرما کر ایک قوی پر اثر تحریک پیدا کر دی تھی جو پرچہائے تحفۂ حنفیہ میں مفصلاً
شائع ہو چکی۔ اب کہ اُس کا ششماہی جلسہ امتحان طلبۃ العلوم کا زمانہ آیا، قاضی صاحب نے
اس جلسہ کے شرکت کی غرض سے اطراف و اکناف ہند کے علماء اہل سنت کو مدعو کیا۔ اس
تقریب سے آپ نے اُن کی درخواست واصرار کے مطابق اپنی توجہ کو اس طرف پھیرا اور
بہت تھوڑی سی مدت اور ذرا سے صرف سعی و ہمت میں اس نمایاں کامیابی کا کرشمہ دکھایا
جس کو نہ فقط سب اہل عظیم آباد پٹنہ جانتے ہیں اور مدتوں یاد کریں گے بلکہ اور اطراف و
اکناف ہند میں جس کا شہرہ و غلغلہ ہے۔ ریل کے سفر میں اوقات مستحبہ صلوٰۃ خمسہ کا انتظام
پابندی جس حد تک دشوار ہے وہ ظاہر ہے لیکن اُن کی ہمت قویہ کے سامنے رب العزت نے
اس کو بھی آسان فرما دیا تھا۔ بناء علیہ اثناء راہ میں ایک اسٹیشن پر نماز فجر کے اہتمام کے
واسطے بقصد طہارت اُترے جب پھر چڑھنے کا قصد کیا تقدیر ازلی نے ادھر ہاتھ کھینچا پاؤں
پھسلا ریل چل نکلی، گر کر ریل کے نیچے قریب پہیہ کے پہنچ گئے، حتی کہ دامن اُس کے ساتھ
الجھ کر گردش کھانے لگا اور اس سبب سے کئی مرتبہ نوبت اس امر کی پہنچی کہ وہ خود بھی پہیہ کے
نیچے آکر دبیں جان بحق تسلیم کر دیتے لیکن وہ فرماتے تھے کہ اس حالت میں میرے ہوش و

حواس بالکل بجا تھے اور ذرا بھی ہراس یا وسواس پاس نہ پھٹکا تھا۔ توجہ کامل و اخلاص دل روح پرفتوح حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی طرف مائل اور مستمند و متوسل تھا۔ ہر بار ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی شخص بار بار اُس جانب سے ہٹا کر باہر کے رُخ کی طرف کر دیتا ہے بیشک بیشک **كرامة الاولياء حق ولا ينكرها الا من عمى بصيرته.** (اولیاء کی کرامتیں حق ہیں ان کا وہی انکار کرے گا جو نورِ بصیرت سے محروم ہو) اس حالت میں اگرچہ گرنے کے سبب جسد زخموں سے چور تھا لیکن کرامت تو یہ کا کس قدر کھلا ہوا ظہور تھا کہ بعد تھمنے ریل کے یہ مردِ خدا اپنی قوت و ہمت سے اسم اعظم پڑھتا ہوا ریل کے نیچے سے نکل آیا دیکھنے والے متحیر تھے کہ ان کو تو اُسی وقت موت کا یقین ہو چکا تھا۔ لیکن جب غور کیا تو کوئی بھی زخم کاری نظر نہ آیا۔ ہاتھ پاؤں کا ٹوٹنا تو درکنار، سب حضار اہل اسلام ہوں یا کفار حیران انگشت بدنداں تھے کہ اس حالت کو پہنچ کر یہ زندہ سالم یوں نکل آنا ضرور خارق عادت ہے اور کھلی کرامت ہے۔ افاقہ کے بعد جب کہا گیا کہ اب وطن کو واپسی مناسب ہے تو یہی اصرار سے فرمایا کہ وطن پلٹنا ہرگز منظور نہیں جس نیت سے کہ گھر چھوڑا ہے وہ کام دینی ہے اور امر اہم ہے اُس کی شرکت جان سے مقدم ہے۔ حضرات ناظرین لِلّٰہ غور فرمائیں کہ کن کن تکالیف کا سامنا اور کیسی ہمت، بیشک یہ ہیں مردان خدا، میدان محبت کے سچے ثابت قدم جان کو جان بوجھ کر رضاء جاناں میں مٹانے والے **رضى اللّٰه عنهم و رضوا عنه** کے کامل مصداق **اللّٰهم اجعلنا منهم**۔ اُن کے اصرار سے اُن کو اس حالت میں عظیم آباد لے گئے۔ آٹھ روز تک صاحب فراش رہے، پھر عارضہ اسہال شروع ہوا پھر اُسی میں درد ذات الجنب کے دورہ کی شدت ہوئی، لیکن ان سب مصائب میں جن کے خیال سے کلیجہ منہ کو آئے اُس مرد میدانِ قوت ایمانی نے کبھی کوئی کلمہ کسی وقت شکایت یا محبت دنیا یا یادِ وطن زبان سے نہ نکالا۔ ہر وقت ذکر و فکر و یاد خدا اور رسول کا وظیفہ تھا ذاکر رسول اللہ جو کہ تاریخ ولادت تھی اُسی کا کرشمہ وقت وفات بھی ظاہر تھا۔ بعد اختتام جلسہائے اہل سنت (یعنی از ہفتم (۷) ماہ رجب لغایت سیز دہم ماہ (۱۳) مذکور ۱۳۱۸ھ عین وقت و

روز ختم جلسہ بعد گذرنے ۲ یا ۳ گھنٹہ شب چودھویں ماہ وسنہ مذکور الصدر شب پنجشنبہ) عشاء
کی نماز معہ وتر ادا کی، صاف صاف مشغول با خدا تھے، ہوش وحواس بالکل صحیح و بجا تھے کہ
آدھ گھنٹہ سے کم میں مردانہ و دلیرانہ نہایت فرحت وسرور کے بہ عمر پینتیس (۳۵) سال
واصل حضرت قرب ذوالجلال ہوگئے۔صورت از بےصورتی آمد برون عاقبت **اِنَّــا لِـلّٰـهِ
وَاِنَّــا اِلَيْــهِ رَاجِـعُونَ** خدائے رب العزت کی قدرت وحکمت کے کرشمے ملاحظہ ہوں کہ
انھوں نے جو سوال شہادت کا کیا تھا بموجب حدیث سابق الذکر کے ایک شہادت تو اُس
وقت یعنی وقت دعا سے حاصل تھی، دوسری شہادت موت بےکسی وغربت **اخرج الامام
ابن ماجه عن ابن عباس موت الغربة شهادة الحديث.** (امام ابن ماجہ نے
روایت کی ہے کہ مسافرت کی موت شہادت کے برابر ہے) تیسری سواری سے گر کر موت
کہ یہ بھی شہادت ہے **اخرج الطبراني من صرع من دابة فهو شهيد** (طبرانی
روایت کرتے ہیں کہ جو سواری سے گر کر مرا وہ شہید ہے) چوتھے دستوں سے موت کہ اس
کے حق میں بھی حضرت رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین ﷺ کا ارشاد صریح صحیح ناطق **اخــرج
الشيخان المبطون شهيد** پانچویں علالت ذات الجنب کہ اسکے بارہ میں بھی یہی ارشاد
برکت بنیاد ہے **اخرج الامام احمد و النسائي صاحب ذات الجنب شهيد،
الحديث.** (امام احمد اور نسائی نے روایت کیا کہ پسلی کے درد سے مرنے والا شہید ہے)۔
ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جناب موصوف نے اس وقت پرفتن میں جو زمانہ غربت اسلام
ہے نجدیہ ونیچریہ وندویہ ومفضّلہ وغیرہ ارباب اہوا و بدعت کے فتنوں کے دفع میں تمسک
سنت سنیہ جناب سید المرسلین ﷺ کر کے مذہب اہل سنت کی ایسی تائید فرمائی جس کے
سبب ہزارہا اہل اسلام اُن فرقہ باطلہ ضالہ کے وساوس ومکائد سے آگاہ ہو کر نجات پاگئے
جس کا شکر سب اہل سنت پر لازم ہے اس میں تو بموجب ارشاد اقدس حدیث ابن عباس
رضی اللہ عنہ **من تمسک بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد.** (جس
نے فساد امت کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہے) کے

اُن کو اجر سو شہدا کا عطا ہوا **بحول اللّٰہ و قوتہ و فضلہ و نعمتہ۔**

حضرات یہ اُس جاں نثار راہ محبت شہید سبیل احیاء سنت حضرت ختم رسالت ﷺ کے کارناموں کا مختصر اور نہایت مختصر خاکہ ہے جو اُس چمنستان فیض و ہدایت کے اس ادنیٰ زلہ رُبا حسرت قرین خوشہ چین محمد عبدالحی صدیقی قادری بدایونی عفا اللہ عنہ نے سرسری طور سے اس حالت میں کہ نہ دل ٹھکانے نہ ہوش وحواس بجا کلیجہ پر پتھر رکھ کر جوش گریہ خونیں کو ضبط کر کے مسلمانوں کی سچی محبت سے اُن کے نفع کے لئے ہدیہ انجمن ہمایوں احباب اہل سنت کیا، باقی اگر اُن کی مفصل سوانح عمری تیار کرنے کا قصد کروں تو ایک مجلد ضخیم درکار جو طالب عرصہ دراز و مدت بسیار لہٰذا ماقل ودل پر اکتفا اور اُس کا وقت فرصت پر التوا، یہ مختصر تحریر یا اور جو آئندہ لکھی جائے اس سے نہ اُن کی تشہیر منظور نہ ترفیع شان کہ اس کے لئے تو خود اُن کے وہ دینی کارنامے جو صفحات ایام پر مدتوں آفتاب کی طرح جگمگاتے رہیں گے کافی و وافی سامان ہے۔ یہاں تو فقط مدّ نظر بہبود اہل اسلام ہے اور نفع ارباب ایمان، ہاں البتہ اتنا اور کہ اپنے اُس مکرم دینی بھائی شہید راہ سنت کے حق میں سب اہل سنت جن کی اُس نے مدت العمر خدمت گزاری کی اور اُنھیں کی ہمدردی میں اپنی جان گنوائی اور اپنا پورا حق اُن پر ثابت کر کے دنیا سے گزر گئے دست دعا حضرت رب العزت میں بلند کر کے بصدق دل دعا کریں کہ پروردگار تو اُن کو اپنی جوار رحمت میں ابدالآباد کے لئے مقیم فرما۔ حضور اقدس سید عالم ﷺ اور اُن کے نائب اکرم حضرت غوث اعظم کے باران رحمت و کرامت کے چھاؤں سے اُن کی مرقد مطہر کو ہمیشہ تک سیراب رکھ اور اُن کے جد امجد جو کہ ہم نام اور مظہر اتم حضور غوث اعظم ہیں اُن کے سایہ میں اُن کی ذریت کو بھی برکات دربار غوثیت سے مالا مال کر، اُن کی وہ کوششیں جو انھوں نے مذہب مقدس کی خدمت میں مدت العمر کیں قبول کر اور اُن کو قیام وثبات عطا فرما اور ہم کو بھی اپنا اور اپنے محبوب حقیقی کا سچا عاشق بنا۔ جب تک زندہ رہیں اُنھیں کی محبت وطاعت میں زندہ رکھ اور اسی پر خاتمہ وحشر ونشر فرما آمین۔

اُس شہید مرحوم کے خلق عظیم وکرم عمیم کا اثر کہ اُن کے سانحۂ پُر ملال انتقال کی بے حد تاریخیں اس وقت تک آ چکیں اور ہنوز سلسلہ ختم نہیں، عربی و فارسی اردو تاریخیں نظم ونثر، قطعے، مسدس، مثنویاں سب ہی کچھ خادمان سنت نے اپنے اس مخدوم ومکرم بھائی کے غم میں کہہ ڈالیں، اس وقت صرف اُن کے پیارے بھائی مکرم ومعظم یگانۂ زمن، نکتہ شناس فن مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسؔن بریلوی کا ایک قطعہ درج ذیل ہے باقی وقتاً فوقتاً منتخب ہوکر کبھی کبھی درج تحفۂ حنفیہ ہوا کریں گی ؎

قطعہ

عالم کامل طبیب نامدار — عبد قیوم آں وحید روزگار

از شہادت منصب اعلیٰ گرفت — روح پاکش رفت در دارالقرار

ماتمی از فوت او اہل جہاں — نوحہ خواں اندر فراقش روزگار

تابہ کہ ایں گریہ نالہ تابہ کہ — تابہ کہ باشی حسؔن تو اشکبار

صبر کن تاریخ رحلت خوش نویس

شد بجنت عالم عالی وقار

۱۳۱۸ھ

☆☆☆

شفاعت نامہ

مسئلہ شفاعت کو حضرت شارع علیہ السلام نے اس کمال توضیح اور کافی تشریح کے ساتھ آیات و احادیث میں بدیہی اور آسان ثابت کر دکھایا ہے جس کے سمجھنے کے لئے اسلامی عقیدت مندی کے ہوتے ہوئے کسی منصف مزاج، ہوش و حواس والے مسلمان کو ترتیب مقدمات اور بال کی کھال کھینچنے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔ اس کو معرکۃ الآراء اور مزلۃ الاقدام ٹھہرا کر اس میں بحث نہ کرنے کی ہدایت کرنا، ساکت ہو جانا ضرور کسی نفسانی تحریک کا اثر ہے اور در پردہ مقصد اصلی شخص خاص کی مذہب شکن طرفداری ہے۔

برادرانِ من! یاد رکھنے کی بات ہے کہ شفاعت وہ چیز ہے جس کی ایک امید پر مسلمان کو دنیاوی تکالیف ہر قسم کی جفا کا بکمال مستعدی و جواں مردی برداشت کر لینا بارِ خاطر نہیں ہوتا۔ شفاعت ہی وہ چیز ہے جس کی توقع پر انسان اپنے نفس کو ان امور کے ارتکاب سے روکنے پر مجبور کرتا ہے جن کے وقوع کے بعد پھر یہ سونے کی چڑیا ہاتھ نہیں آسکتی۔ شفاعت ہی وہ چیز ہے جس کے اثبات میں متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث کثیرہ وارد ہیں ان تمام اعتبارات کے لحاظ سے میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسی کارآمد اور ضروری چیز کو کیوں علی الاعلان پکار پکار کر بتوضیح تمام نہ بیان کیا جائے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ بعض حرماں نصیب اپنے خسران ازلی کے مطابق اس پر فیض نور الٰہی کو بمطابق **یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم** (۱). (یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں) کے اپنی گمراہی

کے سبب بجھا دینے کی کوشش پر تلے ہوئے ہیں۔

بالخصوص ایسی حالت میں کہ مخالفین ومعاندین براہ تقیہ ونفاق بکمال عیاری وشقاق قرآن وحدیث کا جامہ پہن کراس گوہر شب چراغ نبوت کومصنوعی ثابت کرنا چاہتے ہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ لاچاری درجہ کولفظ شفاعت زبان سے مان کراس کے اصلی اور حقیقی معنی کی کھلم کھلا نہایت دریدہ دہنی اورشوخ چشمی کے ساتھ نفی تام کی جاتی ہے۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ امرمبحوث فیہ کے متعلق جس تفصیل سے لکھنا چاہیے تھا قلت فرصت کے ہاتھوں اس سے مجبور ومعذور رہ کر بکمال اختصار آسان اور سہل طریقہ پرصاف صاف الفاظ میں یہ دکھاتا ہوں کہ شفاعت کی حقیقت یہ ہےاوراس کا مرتبہ یہ ہوتا ہے، اس کا نفاذ کس کے حق میں ہوگا، دربارقدرت سے یہ منصب جلیل یہ رفیع القدرعہدہ کس کومرحمت ہو چکا۔ دومعتبر شاہدقرآن وحدیث کیا شہادت دیتے ہیں، سلف و صالحین صحابہ وتابعین ائمہ دین نے کیا فرمایااورمعاندین اس شاہد مبین کوکس بدنما پیرایہ میں ثابت کرتے ہیں۔

میرے پیارے سنی بھائیو! یادرہے کہ تمہارا بڑی قدرت وقوت والا خداتمہاری مقدس کتاب میں ارشادفرماتا ہے : **افحسبتم انما خلقنکم عبثا وا نکم الینا لا ترجعون** (۲). حاصل مطلب جس کا یہی ہے کہ ہم نےتم کو بیکارنہیں بنایااور بالآخرتم کو ہمارے ہی دربارمیں آنا ہے۔ نیز ارشادمقدس ہے: **ایحسب الانسان ان یترک سدی** (۳). یعنی کیاانسان کے دماغ میں یہ سوداسما گیا ہے کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا اس سے کچھ بازپرس نہ ہوگی۔

ان ارشادات وہدایات مبارکہ سے بکمال وضوح ثابت ہوگیا کہ انسان کودنیامیں آ کر اپنی تن پروری، دنیاوی عیش وآرام کے علاوہ کسی ایسے امراہم اور مقصداصلی کی طرف بھی متوجہ رہنالازمی وضروری ہے جواس چندروزہ فانی زندگانی کی مدت ختم ہونے کے بعدابدی اور باقی زندگانی کے زمانہ میں اس کوکافی مدد پہنچاسکےاور نیز اس زندگانی سے ہم کوتھوڑا حصہ

ملے یا زائد، سو برس زندہ رہیں یا سو ہزار سال تک، اپنی عاقبت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ایک دن مرنا ضروری ہے اور پھر وحشی جانوروں کی طرح مرنے کے بعد ہماری زندگانی کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ مرنا ہے اور مر کر پھر زندہ ہونا ہے اور تمام بادشاہوں کے بادشاہ ملک جلیل و جبار و قہار کے حضور میں ہماری پیشی بھی ہونا ہے کہ اس دن اور اس دن کے حالات کی طرف ہمارا مالک اپنے پاکیزہ کلام میں متعدد اور مختلف بیانات سے اشارہ فرماتا ہے: **یوم یجعل الولدان شیبا** (۴). وہ ایسا دن ہے کہ عظمت و ہیبت کبریائی سے لڑکے بوڑھے ہوجائیں گے۔ **یقول الکافر یلیتنی کنت ترٰبا** (۵). وہ وہ دن ہے کہ نافرمان اور سرکش بندے کہیں گے کہ کاش آج ہم مٹی ہوتے۔ **یومئذٍ یفر المرأمن اخیہ و امہ و ابیہ** (۶). وہ ایسا دن ہے کہ بھائی بھائی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ ماں باپ جیسے شفیق اولاد کے سایہ سے بھاگیں گے۔ **یوم نقول لجھنم ھل امتلئت و تقول ھل من مزید** (۷). وہ ایسا دن ہے کہ دوزخ کے پیٹ کے تنور میں جس قدر سرکش و بے دین اس کا ایندھن بنا کر جھونکے جائیں گے اسی قدر وہ منہ پھیلا پھیلا کر کہے گی کہ خداوند! اور دے میرا پیٹ نہیں بھرا۔ وہ دن ہے کہ آفتاب جس کی پشت آج ہماری طرف ہے اور ہزاروں کوس ہم سے دور ہے اس دن رُخ ہماری طرف ہوگا اور سروں پر آکر اپنے غضب کی حدت سے پسینہ پسینہ کر دے گا، وہ ایسا دن ہے کہ زمین تانبے کی ہوگی اور پھر ایسی گرم کہ تلووں کی راہ سے دماغ کو بھون دے گی، وہ ایسا دن ہے کہ لاکھوں ملائکہ عظام چالیس ہزار باگوں میں دوزخ کو جکڑے ہونگے مگر اس روک تھام پر بھی وہ چیخ مارے گی تو انبیاء کرام بھی کلیجوں پر ہاتھ رکھ کر **رب سلّم رب سلّم** پکار اٹھیں گے وہ ایسا دن ہے کہ ایسی سخت دردناک مصیبت کی تاب نہ لا کر بکمال بے قراری مجمع محشر آرزو کرے گا کہ کاش دوزخ ہی کا حکم سنا دیا جائے مگر ان سختیوں سے چھٹکارا ملے۔ وہ ایسا دن ہے کہ اسیران بند باہم مشورہ کریں گے کہ اگر دربار قدرت میں آج ہم منہ دکھانے کے قابل نہیں تو یہ آفت بھی تو نہیں اٹھائی جاتی۔ ہم برے ہیں تو اچھوں کے ذریعہ سے کچھ کام نکالنا چاہیے۔ محبت پدری کے گھمنڈ پر حضرت آدم علیٰ

نبینا وعلیہم السلام کا دامن پکڑیں گے کہ باوا جان ہم مصیبت زدہ پریشان حال آپ کے بچے
آپ کی شفقت پدری کی توقع پر آپ کی دستگیری کے امیدوار آپ کے ظل دامن میں آئے
ہیں دربار احدیت میں آپ کو بہت کچھ قدر و منزلت ہے ذرا چل کر ہماری شفاعت
فرمایئے۔آدم علیہ السلام جواب دیں گے تم میرے بچے ضرور سخت مصیبت میں ہو مگر میں
آج تمہاری بگڑی نہیں بنا سکتا۔رب العزت نے ضرور مجھ کو بہت کچھ دیا مگر مثل مشہور ہے
کہ ہر کارے و ہر مردے۔میرا یہ منصب نہیں کہ آج ملک جلیل و جبار کے سامنے تم کو لے جا
کر تمہاری سفارش کروں۔نفسی نفسی مجھ کو اپنی ہی جان کے لالے پڑے ہیں۔میرے لئے
یہی بس ہے کہ میرا چھٹکارا ہو جائے تم مجھ سے قطع امید کر کے کسی ایسے کے پاس جاؤ جس
سے تم کو مدد مل سکے۔وہ ایسا دن ہے کہ اولین و آخرین حضرت نوح، حضرت ابراہیم،
حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام جیسے اولوالعزم اور ذی وجاہت
حضرات انبیاء کرام کی خدمت میں دوڑے دوڑے پھریں گے مگر سب دروازے بند پائیں
گے مگر سب جگہ یہی جواب ملے گا کہ نفسی نفسی ارے میاں ہم تمہارے کام کیا آ سکتے ہیں،
ہماری ہی خیر ہو جائے تو یہ کیا کم ہے نہ یہ کہ خارج از امکان خیال پیدا کرنے کا ہم حوصلہ
کریں۔(۸)

پیارے بھائیو! اب ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ ایسے مقام جلال میں کیا ہر کسی کا یہ
زہرہ ہے کہ لب ہلا سکے، نہیں ہرگز نہیں۔ہاں اس میدان میں وہی قدم اُٹھا سکتا ہے جو عزت
و وجاہت، قوت روحی کمال باطنی میں سارے جہاں سے بڑھا چڑھا ہو۔دربارِ احدیت میں
اس کی جیسی دوسرے کسی کو وجاہت حاصل نہ ہو، خدا کا ایسا محبوب ہو جس کی مرضی خدا نہ
ٹالے جس سے اس کے چاہنے والے خدا نے وعدہ فرما لیا کہ تم کو بہر حال راضی کر دیں گے
ہم تم کو ہرگز ناخوش نہ کریں گے۔جس سے اس کے خدا نے صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا
ہو کہ تمہاری بات ہم کبھی نیچی نہ کریں گے، تمہارا بول ہمیشہ بالا رکھیں گے۔ایسا ہو جس کو اس
کے خدا نے اس کی امت کا ولی، امت کا وکیل و کفیل بنا دیا ہو، ایسا ہو جس کو خدا نے اس

منصب عظیم کی سرفرازی پیشتر سے کردی ہو۔ ایسا زبردست اثر والا کامل ہو کہ اپنی وسعت کمالیہ سے اپنے ناقص اتباع کو اپنے وسیع کمال میں لے کر ان کے نقصان کی مکافات اپنے کمالِ ذاتی سے فرمادے، ایسا ہو جس کو اپنی امت کے ساتھ ہمدردی ورافت، رحمت ومحبت بھی اعلیٰ درجہ کی حاصل ہو۔ ایسا ہو جو امت پر ماں باپ سے زیادہ رحیم وشفیق ہو۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کون ان خوبیوں والا ان مراتب عالیہ اور مدارج و معارج کا جامع کامل بجز بے کسوں کے حامی ومددگار، کونین کے تاجدار، امت کے شفیق وغم گسار، محبوب خاص پروردگار، نبی وجیہ ماذون ومختار حضور پُرنور جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون دوسرا ہے وہی ہیں جن سے صاف صاف الفاظ میں وعدہ فرمایا گیا ہے: **ولسوف یعطیک ربک فترضٰی (۹).**

وہی ہیں جن کو خوش خبری پہنچادی گئی ہے کہ **عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا (۱۰).** وہی ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا **ما یملکون الشفاعة الامن اتخذ عند الرحمٰن عهدا (۱۱).** وہی دربارِ خدا میں اس وجاہت کے رسول ہیں جن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے: **قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنولینک قبلة ترضٰها فول وجهک شطر المسجد الحرام (۱۲).** انہیں کو دربارِ قدرت میں یہ وجاہت ہے کہ ان کے دم قدم کے صدقہ میں کفار نابکار پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ **وما کان اللّٰه لیعذبهم وانت فیهم (۱۳).**

انھیں کی وجاہت آڑے آئی ہوئی ہے جو گستاخانِ رسول اور منکرین شفاعت انبیاء کرام کو ''چوڑھے چمار'' اور چوروں کا تھانگی بتانے والے مسخ نہیں ہوجاتے، انھیں کو درجہ محبوبیت کا یہ کمال حاصل کہ ان کے متبعین ان کے غلاموں کو خدا اپنا محبوب بنالیتا ہے: **قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه ویغفرلکم ذنوبکم واللّٰه غفور الرحیم (۱۴).** ان ہی کو یہ وجاہت ہے کہ ارشاد ہوتا ہے: **یا محمد انا سنرضیک فی امتک ولانسؤک (۱۵).**

عزیز ورؤف ورحیم ان ہی جناب کو دربار قدرت سے خطابات حاصل ہیں ان ہی کو اپنی امت کے ساتھ یہ تعلق ہے کہ پیدا ہوتے ہی امت کی مغفرت کا سوال کیا: **رب ھب لی اُمتی، رب ھب لی امتی،** کہتے ہوئے سجدے میں جھک گئے وہی ہیں جو خلوت خانہ میں خاص **دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی** (۱۶). میں گنہگاران امت کو نہ بھولے۔ وہی ہیں جنھوں نے امت کی یاد میں امت کی خاطر عمر بھر جو کی سوکھی روٹی پر قناعت کی اور پھر بھی کبھی پیٹ بھر نہ کھایا، وہی ہیں جو دنیا سے روانگی کے وقت امت کے لیے اپنے خدا سے کچھ فرما گئے۔ وہی ہیں جو اب بھی امت کی اصلاح حال میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسے محبوب خدا، ایسے نبی مختار، ایسے رسول ماذون، ایسے ذی وجاہت ذی کرم سرکار سے یہ کبھی امید ہوسکتی ہے کہ وہی جواب دیں جو دیگر انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام نے دیا تھا۔ جب سب جگہ سے مخلوق الٰہی ناامید ہوکر آپ کے دروازے پر پہنچے گی اور بکمال بےقراری پکارے گی......

یا رسول اللّٰہ انظر حالنا ۔۔۔ یا نبی اللّٰہ اسمع قالنا

اننی فی بحرھم مغرق ۔۔۔ خذ یدی سھل لنا اشکالنا

آپ سے صبر وضبط نہ ہو سکے گا، گناہگاران امت کی پریشاں حالی ملاحظہ فرما کر دل ہلا دینے والی صدا سن کر کھڑے ہو جائیں گے اور ڈھارس بندھائیں گے کہ ہاں ہاں اس بحر غم سے تمہاری ناؤ کنارے لگانے والے ہم ہی ہیں، اس بند فکر سے رہائی دینے والے ہم ہی ہیں، اس برے وقت میں ساتھ دینا ہمارا ہی کام ہے جو کام کسی سے نہ ہو سکا وہ ہم کریں گے **انالھا انالھا**. ہاں دربار رب العزت میں آج شفاعت کرنا، تمہارا بخشوالینا یہ منصب ہم ہی کو حاصل ہے۔ آپ دربار ملک الملوک کی طرف متوجہ ہوں گے اور سبحان اللہ کس ناز و انداز محبوبانہ سے اظہار مافی الضمیر کیا جاتا ہے زبان سے کچھ نہیں کہتے زمین پر سجدہ میں سر رکھے ہوئے ہیں۔ رب العزت ان کا چاہنے والا خدا ارشاد فرمائیگا: **یا محمد ارفع رأسک** (۱۷). اے محبوب یہ بات کیا ہے زمین پر سر رکھے ہوئے کیوں ہو۔ دیکھو ذرا سر تو

اٹھاؤ۔ **سَلْ** منھ سے کچھ کہوتو سہی اگر کچھ مانگنا چاہتے ہوتو پھر یہ سکوت کیوں ہے جو چاہو مانگو **تعطہ** جو مانگو گےتم کو وہی دیا جائے گا، **واشفع** کیا امت کی شفاعت ملحوظ خاطر ہے تو پھر زبان سےتو فرماؤ **تشفع** تم شان رحمتہ اللعالمینی دکھاؤ جی کھول کر شفاعت کرو ہم تمہاری بات ٹالنے والے نہیں ہیں ہم بھی ارحم الراحمین ہیں ہم کب تمہاری شفاعت نامنظور کریں گے شاہد مدعا سے ہم آغوش ہو کر فرحاں وشاداں آپ کھڑے ہو جائیں گے اور یوں کہیں گے: اے میرے مالک تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے **ولسوف یعطیک ربک فترضٰی** (۱۸).

اے میرے رب تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ **عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا** (۱۹). خداوندا تیرا وعدہ سچا ہے تیرا محمد (ﷺ) یہی چاہتا ہے کہ اس وعدہ کو پورا کردے۔ ارشاد الٰہی ہوگا ہم ضرور اپنے وعدہ کو آج پورا کریں گے تمہاری شفاعت ضرور مقبول ہے **کلھم یطلبون رضائی**. دیکھو یہ ہزار عالم جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہیں یہ سب یہی چاہتے ہیں کہ میں ان سے راضی ہو جاؤں، **وانا اطلب رضاك یا محمد** اور میں رب العالمین یہ چاہتا ہوں کہ آج کے دن تم راضی ہو جاؤ۔ پھر کیا ہے آپ کار شفاعت کی انجام دہی میں مشغول ہو جائیں گے اور جس طرح ایک بادشاہ کے دربار میں ایک نہایت معزز بااختیار وزیر تمام سیاہ وسفید کا مجاز ہو کر احکام صادر کرتا ہے یوں بلاتشبیہ آپ کے ہاتھ پر شفاعت کی مختلف شانیں ظاہر ہونگی۔ آپ ہی کی شفاعت ہول محشر سے اطمینان دے گی، آپ ہی کی شفاعت سے بیشمار لوگ بغیر حساب وکتاب کے بہشت میں داخل ہو جائینگے، وہ گناہگار جن کا حساب ہو گیا اور مستحق جہنم ٹھہر چکے آپ ہی کی شفاعت سے گنہگار تھوڑی سزا پا کر دوزخ سے نجات پائیں گے اور اس کثرت سے ایک ایک امتی کو دوزخ میں سے چن لیں گے کہ داروغہ دوزخ عرض کرے گا یا رسول اللہ آپ تو ایسے سراپا رحمت ہیں کہ اپنے خدا کے غضب کے لئے آپ نے اپنی امت میں سے کچھ بھی نہ باقی رکھا۔ آپ ہی کی شفاعت سے اہل بہشت کے مراتب و مدارج اور معارج میں ترقی

ہوگی (۲۰)۔آپ کی وسعت شفاعت کا ماجرا کیا بیان کیا جائے نیکوکار رہوں یا گنہگار کوئی بھی آپ کے وسیع فیض سے محروم نہ رہے گا جس نے ایک عمل نیک بھی نہ کیا مگر تھا مسلمان، نور ایمان کی چمک دل میں قائم تھی گورائی برابر کیوں نہ ہو آپ کی شفاعت اس کو بھی جنتی بنا کر رہے گی (۲۱) اور وسعت شفاعت اس غیر معمولی اور نا محدود ترقی پر ہوگی کہ ابلیس جیسے محروم اور مردود بارگاہ کو بھی آس بندھ جائے گی کہ شاید میں بھی اس کے پر فیض اثر سے محروم نہ رہوں۔(۲۲) مگر حسب منشا قانون قدرت **ما للظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع** (۲۳) اور حسب مضمون **ما للظالمین من انصار** (۲۴). اور بمصداق **لا یشفعون الا لمن ارتضی** (۲۵). وغیر ہا کے ابلیس لعین اور اس کے متبعین کفار و مشرکین کو فیض شفاعت سے حصہ نہ ملے گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میرے اس قدر بیان سے یہ چند ضروری باتیں آپ پر واضح ہوگئیں کہ شفاعت کی حقیقت یہ ہے اور یہ جلیل القدر منصب یہ مرتبہ مثل دیگر مراتب عالیہ حوض کوثر کے ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہو چکا اور اس کا اثر ترقی مراتب عفو خطیات نجات از دوزخ ہے۔ اہل اس کا مسلمان ہے متقی ہو یا سراپا معصیت نہ کافر اور منطوق کلام ربانی بھی اسی کا مثبت اگر چہ اس بارے میں احادیث بسند صحیح بکثرت وارد منقول ہیں مگر عدیم الفرصتی کے باعث بکمال اختصار چند احادیث کا نشان دیا جاتا ہے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے مالک نے ہماری مرضی پر چھوڑ دیا کہ خواہ ہم نصف امت کو بہشت میں لے جائیں یا منصب شفاعت قبول کریں مگر ہم نے منصب شفاعت کو قبول کیا مگر یہ نہ سمجھنا کہ وہ شفاعت ایسی چیز ہے جس سے بدکردار گناہگار متمتع نہ ہوں، نہیں نہیں وہ تو فی الحقیقت انھیں کا حصہ ہے (۲۶)۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے خدا نے ہم کو ہماری امت کے اس حال پر مطلع فرما دیا جو ہمارے بعد ہونے

والا ہے لہٰذا ہم نے دربار احدیت میں درخواست کی کہ ہم کو منصب شفاعت عطا فرما دے تا کہ فرداء قیامت میں مَیں اپنی امت کے کام آ سکوں چنانچہ رب العز ت نے ہماری درخواست کو منظور فرما کر منصب شفاعت ہم کو عطا فرما دیا (۲۷)۔

ترمذی، ابن ماجہ وغیرھما میں حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرما دیا کہ رب العز ت نے ہم کو اختیار دیا کہ چاہو تو آدھی (اور ایک روایت میں ہے کہ دو تہائی امت) بے حساب و کتاب کے بہشت میں لے جاؤ یا منصب شفاعت قبول کرو پس ہم نے شفاعت کو اختیار کیا تا کہ تمام امت مستفید ہو (۲۸)۔

اسی طرح یہی مضمون بروایت حضرت سیدنا معاذ بن جبل وسیدنا ابن عمر وسیدنا انس رضی اللہ عنہم بھی بطریق عدیدہ ثابت ہے۔ اب سلف صالحین کی رائے سنئے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مرتبۂ شفاعت کی تکذیب کرے گا وہ شفاعت حضور جناب شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا (۲۹)۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کی صفت ہے **کان راتہ موافقا بالوحی والکتاب** جن کی شان ہے **الحق ینطق علی لسان عمر** (۳۰)۔ ایک روز خطبہ فرماتے تھے اثناء خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں ایک گروہ پیدا ہوگا جو شفاعت کا انکاری ہوگا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کتاب شفا شریف میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ **عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا** میں مقام محمود سے مراد مرتبہ شفاعت ہے اور اس تفسیر کی تائید و تصدیق میں متعدد احادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ کے ملاحظہ سے یہی امر روشن و مبرہن ہے کہ مقام محمود سے شفاعت ہی مراد ہے اور تمام صحابہ و تابعین و ائمہ مسلمین کا یہی مذہب ہے (۳۱)۔ مسلمان پر لازم ہے کہ یہی عقیدہ رکھے اور دوسرے طرف آنکھ پھیر کے نہ دیکھے۔ شاہ عبدالعز یز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

''اگر حقیقت شفاعت را بتعمق دریابیم مذہب اہل سنت مانند آفتاب

روشن می شود زیرا کہ حقیقت شفاعت آنست کہ کمال نفس کاملہ انسانیہ
انبساط پیدا کند ونفوس ناقصہ اتباع خود را در خود گیرد ونقصان آنہا در ضمن
کمال او منجر شود پس مدار ایں شفاعت بر دو چیز است اول انبساط کمال
نفس کاملہ کہ روز قیامت محض بعنایت بے غایت حق جل وعلا موعود
است نہ بتوسط عمل وکوشش وسعی وتلاش زیرا کہ منتہائے عمل وکوشش
تحصیل کمال خود است نہ احاطۂ آں کمال باتباع خود بوجہے کہ
نقصانات آنہارا بپوشد ودرنگ کمال ظاہر کند وایں بسط واحاطۂ وہبی را
درشریعت تعبیر بہ اذن وحکم فرمودہ اند دوم بودن نفس ناطقہ از اتباع اہل
کمال کہ بدون ایمان وصحت عقائد محال است وایں امر آخر را در
شریعت بایں عبارت تعبیر فرمودہ اند کہ کافر ومنافق راشفاعت نیست''

پہلا فرقہ جس نے شفاعت کا انکار کیا معتزلہ ہے مگر انکار شفاعت کا زبردست الزام دفع کرنے کے لئے ایک دوراز کار تاویل کے پردہ میں انکار کی راہ نکالی کہ اثر شفاعت کا انہیں مسلمانوں تک محدود رہے گا جو نیکوکار ومتقی ہیں مستحق ثواب ہیں، گنہگار اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔موئیدان دین قدیم وہادیان شاہراہ صراط مستقیم نے ان کے اوہام باطلہ کی قوت کواوھن من بیوت العنکبوت (مکڑی کے جالے سے بھی کمزور) ثابت کر دکھایا۔ان کے واہی خیالات کے ابطال میں منصوصات قرآنیہ وتعلیمات نبویہ کو پیش فرما کر ان کی طمع سازی اور گندم نمائی جوفروشی آشکارا کردی۔

معتزلہ تو مرمٹے ہندوستان میں ان کا نام بھی کوئی نہیں لیتا مگر ان کی قے چاٹنے والے ان کے فضلہ خوار تھوڑے دنوں سے خدا ورسول پر خوب بھرے بیٹھے ہیں۔دارالسلطنت شاہجہاں آباد دہلی کے نامی گرامی خاندان اونچے گھرانے کے ایک خود بین جدت پسند طبیعت نے خود رائی کی امنگ آزادی کی ترنگ میں مذہب حق میں وہ شکم زاد ایجادات و اختراعات کئے جن کی رو سے اس کے سوا روئے زمین پر تمام امت مشرک وکافر قرار پائی

یعنی اسماعیل دہلوی نے بتائید قرن شیطانی نجد حضرات اولیاء کرام بلکہ انبیاء عظام سید الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص شان وتوہین قدر ومنزلت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ قسم قسم کے وہ گستاخی آمیز کلمات ان مقدس شانوں میں اپنی ناپاک زبان سے ادا کئے جو ہرگز کسی شراب خور، زانی، قمار باز، سود خور مسلمان کی زبان سے بھی ادا نہیں ہو سکتے۔ ازانجملہ مسئلہ شفاعت میں بھی اپنے خبث باطنی کو ظاہر کئے بغیر خاموش نہ رہ سکا۔ اس تاجدار شفاعت بلکہ رب العزت کی جناب میں بکمال دریدہ دہنی وہ ناپاک اور خلاف شان اسلام الفاظ استعمال کیے جو کسی مسلمان کے دل میں خطرہ بن کر بھی نہیں سما سکتے۔ کہیں لکھ دیا کہ ''کسی کو اپنا سفارشی سمجھنا گو اس کو خدا کا بندہ سمجھے خدا کا محتاج مانے یہ بھی شرک ہے''، کہیں شفاعت کنندہ کو خاکم بدہن گستاخ نے معاذ اللہ چوروں کا تھانگی قرار دیا، کہیں کہہ دیا ''وہ خود بڑا غفور و رحیم ہے سب گناہ اپنی رحمت سے بخش دے گا''۔ کسی مقام پر تخصیص شفیع کو اڑا کر کہہ دیا جس کو چاہے شفیع بناوے گا۔ کہیں خدا تعالیٰ کو مجبور اور عاقبت امور سے غافل وجاہل کہیں عیار وفریبی ثابت کرنے پر جولانی قلم اور طبیعت کی رسائی کے جوہر دکھائے گئے ہیں **وغیر ذلک من الشناعات۔**

خلاصہ کلام یہ کہ اگر اسلامی نظر سے امام طائفہ کے خیالات نجدیہ پر نظر کی جائے تو ہر منصف مزاج مسلمان کو یہی کہتے بنے گی کہ کفار عرب واسماعیل واسماعیلیہ شقاق وعناد، ضلال وشقاق میں ایک پر ایک کو سبقت حاصل ہے۔

اور دونوں میں نہایت مضبوط برادر ہڈ قائم، ہاں اس قدر فرق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کفار نابکار شفیع کو الٰہ سمجھتے تھے اور یہ اشرار، شفاعت کو شرک قرار دیتے ہیں وہ بڑے بھائی تھے اور یہ چھوٹے بھائی ہیں۔ ہاں یہ بھی واضح رہے کہ جس امام الطائفہ صاحب کو کفار عرب کا چھوٹا بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے اسی طرح جنابِ والا معتزلہ کے بڑے بھائی ہیں اور معتزلہ اِن کے چھوٹے بھائی، کیونکہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ اگر گناہ کے صدور کے بعد انساں تائب ہو گیا تو غفور و رحیم اس کو بخش دے گا مگر امام طائفہ کا خیال

سنئے کہ ''جو شخص ہمیشہ گنہگار نہیں شامت نفس سے ایک قصور سرزد ہو گیا اور اس خطا پر اس کو ندامت بھی ہے رات دن خدا سے ڈرتا ہے تو ایسے گناہگار سے بھی خدا تعالیٰ بے سبب درگزر نہیں کرسکتا''، اگر چہ کھلم کھلا استخفاف واہانت والاشان جناب سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر امام طائفہ نے بہت کچھ زور دیا ہے اور شفاعت کو شرک اور شفیع کو چوروں کا تھانگی بتاتے ہیں مگر آخر میں لکھتے ہیں کہ ہاں ایک خاص قسم کی شفاعت ہوسکتی ہے اور اسی شفاعت کا قرآن وحدیث میں ذکر بھی آیا ہے چنانچہ ہم ان کی نوایجاد اس خاص شفاعت کا بیان ان کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں......

چور پر چوری تو ثابت ہوگئی مگر ہمیشہ کا وہ چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر اور آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابل میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منھ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرماوے سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرسکتا کہ کہیں لوگوں کے دل میں اس آئین کی قدر نہ گھٹ جاوے سو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے طے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی ہے بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت

بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوئی ہے سو اللہ
کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی
شفاعت کا قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کے یہی معنی ہیں (۳۲)۔

اس کلام ضلالت کی شناعات پر مطلع ہونے کے بعد کس مسلمان کے بدن کا رونگٹا نہ کھڑا ہو جاوے گا۔ وہ کون ہے جو خدا کو مان کر اس کے محبوب وجیہ کی عظمت و وجاہت پہچان کر ان کلمات ضلالت کو بربادی دین و ایمان کا ذریعہ یقین نہ کرے گا۔ سمجھ کا پھیر تو دیکھئے کہ ان معائب شرعیہ اور فساد اعتقادی پر مطلع ہو کر بھی ایسے ناشدنی بدزبان وگستاخ کو موحد مروج سنت ماحی بدعت کہا جاتا ہے بلکہ بمصداق ظلمات فوقہا ظلمات کے ان بیانات باطلہ کی تردید کرنے والے حضرات کو دشمن دین وایمان ٹھہرا کر عذر بدتر از گناہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ مولوی اسماعیل جیسے خاندانی شخص کی تضلیل کرنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ ولی اللہ صاحب وغیرھما کی تضلیل ہے۔ افسوس اتنا نہیں سمجھتے کہ خاندان کا عالی ہونا باپ دادا کی بڑائی یہ تمام امور ایسے ہیں جن کا بمقابلہ فساد عقیدہ کے پیش کرنا محض خلاف انسانیت ہے۔ جب اکابر کی اچھائی نے اس ناخلف پر کچھ اثر نہ پیدا کیا تو اس کے کرتوتوں سے اسلاف کے دامن پر کیا دھبہ آسکتا ہے۔ ایسے حضرات سے بھی ہماری ملاقات ہوئی کہ ان کلمات کو سن کر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں مگر جہاں مولوی اسماعیل کا نام لیا اور آگ ببولہ ہو گئے۔ اس کی طرفداری میں مارنے مرنے پر آمادہ ہیں جس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ بمقابلہ امام الطائفہ کے ان کے دل ان کی آنکھوں میں سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی وقعت نہیں ہے۔ اندھیر ہے کہ مولوی اسماعیل کو برا کہنے سے تو دل پر چوٹ لگتی ہے اور مولوی اسماعیل نے جو انبیاء کرام بلکہ سید الانبیاء ﷺ کی جناب میں وہ کون سی گستاخی ہے جو اٹھا رکھی ہو، اس سے پیشانی پر بل تک نہ آئے جس کا جواب اس سرزمین پر بجز اس کے ہم اور کیا دے سکتے ہیں کہ **ختم اللّٰہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم** (۳۳)۔ چونکہ مجھ کو فرصت بہت کم ہے لہٰذا اس بیان مخالف

دین وایمان کی مختصر توضیح کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

مسلمان سنی بھائیو! تمہارا پاک پروردگار اصدق قائلین اس کتاب میں ارشاد فرماتا ہے جس کی محافظت کا آپ ذمہ دار ہے:

ان اللّٰہ لایستحی من الحق یعنی رب العزت کی ذات اس سے پاک ومنزہ ہے کہ اظہار حق میں شرم وحیا کرے نیز اسی کتاب محفوظ میں ارشاد مقدس ہے: **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء (۳۴)**. یعنی کفر کے علاوہ اور جس قدر بھی گناہ ہیں وہ اتنا بڑا غفور ورحیم ہے کہ سب بخش دیتا ہے نیز ارشاد مقدس ہوتا ہے: **یغفر الذنوب جمیعًا**. نیز فرماتا ہے: **کان اللہ عفوا غفورا**. (اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے) نیز اسی میں ہے: **فیغفر لمن یشاء (۳۵)** (وہ جس کی چاہے بخشش فرمائے اور جس کو چاہے عذاب دے) نیز ارشاد فرماتا ہے: **لایسئل عما یفعل وھم یسئلون (۳۶)**. نیز فرماتا ہے: **یفعل ما یشاء (۳۷) ویحکم ما یرید (۳۸) وھو علی کل شئی قدیر (۳۹)**. اسی کا فرمان واجب الاذعان ہے بھائیو! خوب یاد رکھو کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا برا ہو کر کوئی بوالہوس ان کے چاہنے والے خدا کا بھلا بننا چاہے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مرکوز خاطر تو یہ تھا کہ عظمت وقدرت کبریائی کے پردہ میں محبوب وجیہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ارفع واعلیٰ شان میں خوب خوب بے نقط سنا کر اچھی طرح دل کا بخار نکالئے مگر حضرات آپ جانتے ہیں کہ **المعصیۃ تجر الی المعصیۃ**. اس جلد سرایت کرنے والے زہریلے مادہ نے تمام دین وایمان کا خون کر دیا، ان تمام آیات قرآنیہ کو غلط اور مہمل مان کر خدا کی خدائی، اس کے علم، اس کی قدوسیت کو خیرباد کر دیا اور اگر اس اجمال کی تفصیل سننے کا شوق دامن گیر ہو تو سماعت فرمائیے۔

اہل سنت کا مذہب ہے کہ اگر مسلمان (بشرطیکہ صحیح الاعتقاد ہو) سنگین جرائم یعنی کبائر کا مرتکب ہو بعدہ اپنے کردار پر نادم ہو کر اس نے توبہ کی تو عدل وانصاف والا پروردگار اس کے سیئات کو حسنات سے بدل کر اپنے فضل وکرم سے بغیر عذاب وسزا کے اس کی مغفرت

فرما دیتا ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ **التائب من الذنب کمن لا ذنب له** (۴۰)۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ نہیں کیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہ سرزد ہوا اور توبہ بھی نہ کی مگر تھا صحیح الاعتقاد آدمی، رب العزت اس کو بھی بغیر سزا دیئے اور بغیر شفاعت کے اپنی رحمت سے بخش دیتا ہے۔ مگر امام الطائفہ ہدایات قرآنیہ اور تعلیمات مصطفویہ کو چھوڑ کر جو اپنی نئی رام کہانی گاتے ہیں کہ چوری اس کا پیشہ نہیں مگر نفس کی شامت سے اس سے قصور ہو گیا اس پر وہ شرمندہ بھی ہوا رات دن ڈرتا بھی ہے اور احکام وآئین خداوندی کو مان کر آپ کو مجرم اور مستحق سزا بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی حالت پر ترس آتا ہے مگر ایسے گنہگار سے بھی رب العزت بے سبب درگزر نہیں کرسکتا **ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم و نعوذ باللّٰہ من سوء الاعتقاد والضلال والطغیان والفساد.**

حضرات دین ومذہب کا معاملہ ہے تن من دھن سب جس پر قربان اور جس کے مقابلہ میں سب ہیچ وہ عزیز چیز مذہب ہی ہے کسی کے جبہ ودستار پر نہ جایئے **من قال** کو چھوڑ کر **ما قال** پر نظر ڈالئے۔ نامی گرامی خاندان او نچے گھرانے کی نسبت مذہبی معاملہ میں پر پشہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی **ولنعم ماقال مولانا الشیرازی قدس سرہ**

پسر نوح بابداں نشست   خاندان نبوتش گم شد

دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اسماعیل کی حمایت میں خدا اور رسول کو منھ دکھانے کے قابل نہ رہو۔ خوب غور سے سنو اور سوچو سمجھو کہ امام الطائفہ کس قدر مخالفت آیات قرآنیہ پر تلا ہوا ہے۔ بکمال چرب زبانی رب العزت کو سبب وعلت کی سخت زنجیروں میں مقید مان کر اس کے غفران وسیع، اس کی قدرت عامہ، اس کی نامحدود قدرت کی نفی کردی۔ مسلمانو! تم کو اپنے دین وایمان کا واسطہ ذرا غور تو کرو کہ احکم الحاکمین رب العالمین کو اس نے بندوں کا ایسا دست نگر اور محتاج قرار دیا کہ ان کی زبان ہلائے بغیر، بغیر کسی سبب کے ایک نادم و گنہگار کو بھی نہ بخش سکے۔ کیا آیۃ کریمہ **یغفر لمن یشاء** اور **یغفر الذنوب جمیعًا** اور آیۃ کریمہ **یفعل مایشاء و یحکم مایرید** کا صریح انکار وابطال نہیں ہے، ہے اور ضرور

ہے اور پھر کریلا نیم چڑھا عذر بدتر از گناہ سنئے-

''کہ درگزر یوں نہیں کرسکتا کہ بندوں کی نگاہ میں آئین سلطنت کی قدر نہ گھٹ جائے''۔

امام الطائفہ رب العزت کوڈرپوک سمجھے ہوئے ہیں کہ اگر یوں بخش دیا تو بندوں کی نگاہ میں بھرم نہ قائم رہے گا۔ احکام کی وقعت جاتی رہے گی جس کا نتیجہ آگے چل کر کسی وقت میں یہ پیدا ہوگا کہ الوہیت کو بھی صبر کرنا پڑے خیر اس سے قطع نظر فرما کر یہ تو کہیے کہ جس طرح مجموعۂ احکام میں تعزیری احکام بیان فرما دیئے گئے تو کیا احکام معافی ان ہی آئین سلطنت میں بکمال وضوح وتاکید مندرج نہیں ہیں اور جب ہیں تو رب العزت کے فکر وتردد کی کیا وجہ، اور قدر کیوں گھٹنے لگی تھی۔ ہاں شاید رب العزت کو بھی بھول ہوگئی یاد نہ رہا ہو کہ ہم نے احکام عفو ومغفرت بھی صادر فرما دیئے ہیں نیز امام الطائفہ کے بیان سراپا طغیان سے یہ شناعت بھی ثابت وواضح ہے کہ خدا تعالی عجلت وبے غوری میں بے سوچے سمجھے ایک حکم صادر فرما دیتا ہے اور مآل کار پر نظر نہیں رہتی اور اس بے غوری کی پاداش میں ایک دن عام دربار میں عجب الجھن اور سخت کشمکش اٹھانا پڑتی ہے۔ کبھی ضلالت آمیز جہالت سے اپنی ذات باری کو جاہل قرار دیتا ہے کیونکہ آئین بادشاہت کا واضع بجز ذات باری اور کون قرار پا سکتا ہے۔ وضع آئین کے وقت یہ غور کرلینا چاہیے تھا کہ ایک دن مجھ کو اس آئین کے خلاف کی ضرورت پڑے گی۔ مجھے ایک پر ترس آجائے گا خواہش تو میری یہ ہوگی کہ نادم وتائب خائف وخاشع بندہ کو بخش دوں مگر آئین شاہی آڑے آجائیں گے اگر ان مراتب پر ابتداء میں غور فرما لیا جاتا اور اس ضرورت اور کشمکش کی خبر ہوتی تو ایسے آئین ہرگز وضع نہ کئے جاتے اور بھری مجلس میں پریشانی وپشیمانی اٹھا کر دوسروں کا محتاج بننا نہ پڑتا۔ نیز امام الطائفہ سے ہم یہ امر دریافت کرتے ہیں کہ آئین بھی اسی کے بنائے ہوئے ہیں اور خواہش بخشش بھی اسی کی ہے مگر ان دونوں میں اچھا کون ہے؟ اور برا کون ہے؟ ہاں حضرت آپ اب کیوں بتانے لگے تھے آپ کو تو جو کہنا تھا کہہ چکے۔ خیر آپ کے شکم زاد ناپاک خیالات کی تشریح ہم

ہی کئے دیتے ہیں۔ اے حضرت اگر رب العزت کی خواہش پر نظر کی جاتی ہے تب تو یقیناً و قطعاً آئین کو برا اور نہایت برا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کی خواہش اسی آئین کی مزاحمت سے پوری نہیں ہوسکتی اور اگر آپ فرمائیں کہ ہم آئین کو برا نہیں کہتے ہیں وہ اچھے ہیں تو اس کی خواہش یقیناً بری ہے کیونکہ مخالف آئین ہے۔ امام الطائفہ کی جامعیت کا کیا بیان کیا جائے ایک ایک بات میں سوسو نکات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ رو میں آکر سب ہی کچھ کہہ دیتے ہیں۔ حضرات! آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ امام الطائفہ کی بلند پروازی طبع کی جولانی ختم ہوگئی، نہیں نہیں ابھی بہت کچھ باقی ہے، لیجیے سماعت کیجئے۔

خدا تعالیٰ کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے جن بندوں کو کچھ بھی عقل سے بہرہ ہے (ندوہ والے مستثنیٰ ہیں) وہ بھی امر حق کے پوشیدہ رکھنے سے اجتناب کرتے ہیں دور کیوں جایئے لگے ہاتھوں گھر کے گھر میں جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں کے بیٹھنے والے رند مشرب شہدوں کی حالت کا معائنہ کافی ہے کہ وہ بھی باوجود اس کمال بے قیدی اور کامل آزادی کے امر حق اور سچ بات کا چھپانا کس قدر قبیح خیال کرتے ہیں مگر مولوی اسماعیل ہیں کہ حضرت رب الصمد پر کتمان حق کا الزام قائم کرتے ہوئے شہدوں پر بیس ہاتھ فوقیت لے گئے۔ اے جناب وقت پڑے سے معلوم ہولیا کہ پچھلے زمانے سے بنائے ہوئے آئین موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے ناقابل عمل ہیں بُرے ہیں تو شرمانے اور کتمان حق کی کیا وجہ تھی صاف کہہ دینا تھا کہ آئین سابقہ چونکہ نامفید ثابت ہوئے لہٰذا خود بدولت اپنے شاہی اختیارات کی رُو سے ان کے خلاف عمل درآمد کو مستحسن خیال کرتے ہیں۔ اس حق گوئی اور راست گفتاری پر کسی امیر و وزیر کو چون و چرا کا کیا موقع حاصل ہوسکتا تھا یاد رہے کہ یہود مردود اس قادر مطلق اور حکیم علیم کی قدرت کو محدود سمجھ کر اس کی نامحدود حکمتوں بے شمار مصالح سے چشم پوشی کر کے نسخ کے منکر ہیں۔

اہل سنت کے مذہب میں اور سب شریعتوں میں اس کا وقوع موجود، امام الطائفہ سے ہم کو یہ بھی دریافت کرنا ہے کہ جب وہی واضع آئین ہے تو ہر وقت اس کو ردوبدل کمی وبیشی کا

اختیار حاصل ہے پھر اپنے ذاتی اختیار سے حکم سابق کی تنسیخ کیوں نہ فرمادی اور خواہ مخواہ سبب وعلت کے چنگل میں پھنس کر اپنے اختیارات کی آبروریزی کر دی البتہ اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ ''اے میاں ہم کو تو سو دروازوں سے بھیک ٹکڑے مانگ کر کھانا اچھے معلوم ہوتے ہیں ہماری زبان کو تو دیوانی ہانڈی کا چٹخارہ لگا ہے ایک ذائقہ پر قناعت کرنے والے اور ہوتے ہیں ہمارا مذہب تو معجون مرکب ہے۔ کچھ خوارج سے ہم نے بھیک مانگی، کچھ معتزلہ کے دسترخوان سے اچک لائے کچھ روافض کا جھوٹن جھاٹن مل گیا کچھ ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی وغیرہ حضرات ظاہریہ سے ادھار لیا غرض کہ مختلف مذاق کے مجموعہ کا نام ہمارا مذہب ہے پھر ہم نے یہود کی فضلہ خوری کا شرف حاصل کیا تو ہم سے یہ کون غیر متوقع خیال ہے''۔

تو یہ وہ بات ہے جس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اے حضرت ابھی آپ کا پیچھا پاک نہیں ہوا پیٹھ دکھا کر منھ نہ چھپایئے یہ بھی فرمادیجئے کہ جب کسی امیر یا وزیر نے بادشاہ کے اشارہ سے بادشاہ کی مرضی پا کر اس نادم وشرم سار تائب کی سفارش کی تو امیر و وزیر کا بادشاہ پر کچھ احسان تو نہ ہوا۔ اے حضرت ہوا اور بڑا بھاری احسان ہوا، یہ وہ احسان ہے کہ حق شناس اور شریف ونجیب بادشاہ عمر بھر کے لئے غلام بن جاتے ہیں۔ ضرور بادشاہ ان کے آگے سر نہیں اٹھا سکتا۔ بارمنت سے بادشاہ کا سر ان کے سامنے نیچا رہے گا کیونکہ اگر امیر و وزیر شفاعت نہ کرتے تو مصیبت کے شکنجے میں جکڑے ہوئے بادشاہ کی تمنا کا خون ہو جانے میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی۔ اسلئے کہ کوئی دوسری صورت ایسی تھی ہی نہیں کہ بادشاہ اس مجرم سے درگزر کر سکتا ایک اور خوش فہمی ملاحظہ ہو کہ فرماتے ہیں......

''کہ کہیں اس آئین کی قدر نہ گھٹ جائے''

اے حضرت جن کی آنکھ کا پانی نہیں ڈھل گیا ہے وہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ جب امیر و وزیر پر یہ بات ظاہر ہو چکی کہ بادشاہ اپنے آئین کے خلاف مجرم کے چھوڑنے پر آمادہ بیٹھا ہے آئین کو بیکار کئے دیتا ہے تو پھر آئین کی قدر گھٹ جانا کیسی؟ غور تو کیجئے تو کچھ بھی قدر باقی نہیں رہی۔

ہاں ہاں اخیر وقت یہ بھی فرما دیجئے کہ جس طرح امیر و وزیر کو یہ امر دریافت ہوا کہ بادشاہ اپنے آئین کے خلاف پر اپنی رائے جما چکا ہے اور اس کی مرضی ہے کہ کوئی برائے نام منھ چھونے کو سفارش کرے اور ہم اپنی خواہش پوری کر بیٹھیں، مجرم کو بھی اس کاروائی کی اطلاع ہوئی یا نہیں۔ اگر مجرم کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ بادشاہ کی مرضی پا کر امیر و وزیر نے ایسا کیا ہے تب تو ساری محنت برباد۔ یہ دھوکے کی ٹٹی ہوا ہو چلی اور اگر یہ کہیے کہ مجرم کے گوش ہوش تک یہ اشارے کنائے نہ پہنچے اور فقرہ چل گیا تو یہ پردہ تو ضرور پڑا رہا مگر بقول شخصے ڈھول سے کھال بھی جاتی رہی۔ بادشاہت کا لفافہ کھل جائے گا مجرم سمجھ لے گا کہ جو کچھ ہیں امیر و وزیر ہیں بادشاہ جو کام اپنی ذاتی خواہش سے نہ کر سکتا تھا امیر و وزیر نے اس سے کرالیا بلکہ وہ اپنی حرکت پر سخت نفریں کرے گا کہ ناحق میں اتنی دیر سے کھڑا ہوا بادشاہ کا منھ دیکھتا تھا اور ناحق میں نے ایسے کی التجا میں اس قدر وقت ضائع کیا جو میرا قصور معاف نہ کر سکتا تھا اور نیز اب بھی وہی مصیبت قائم ہے یہ اب بھی نہ ہوا کہ آئین کی قدر گھٹ گئی کیونکہ مجرم اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایسے کمزور آئین ہیں کہ ہر امیر و وزیر ان سے اختلاف کر بیٹھتا ہے اور ان کا اختلاف موثر بھی ہے انسانی طبائع کا خاصہ ہے کہ اچھی طبیعت کے خیالات بھی اچھے ہوتے ہیں اور بری طبیعت دوسروں کو بھی آپ جیسا سمجھتے ہیں **المرء یقیس علی نفسه.**

چونکہ سرکار والا کا دستور العمل ایسے ہی اصول پر مبنی ہے جن میں خود غرضی اور عیاری کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔ برائے نام سید احمد صاحب نامی شاہ صاحب کے ایک سیدھے سادھے مرید کو امام و بادشاہ بنا کر اپنی حکومت اور اختیار قائم کرنا یہ ذات شریف ہی کے کرتوت ہیں لیکن ہر وہ شخص جو عقل کے پیچھے لٹھ لئے نہیں پھرتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ظاہر میں تو کسی امیر کی عزت افزائی فرمانا اور فی الحقیقت اپنا کام نکالنا یہ ہرگز کسی روشن دماغ بادشاہ کا کام نہیں ہے۔ ہاں یہ ان کا کام ہے جو نرے چھچورے کم ظرف، خود غرض، دنیا زمانہ کے عیار، پکے فریبی دغا باز و مکار ہوتے ہیں، شرافت و نجابت کی جن کو ہوا بھی نہیں لگتی ہے جن کو خدا نے ہوش و حواس سے محروم نہیں رکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان

کی نفع رسانی میں آپ پر مشقت اٹھاتا ہے۔ایک بھائی دوسرے بھائی کی سفارش کرتا ہے اس کا باعث اور اسباب یہی ہوتے ہیں کہ وہ اہل غرض یا اس کے کنبہ قبیلہ کا آدمی ہے یا اس کا دوست ہے یا وہ التجاء لے کر آیا ہے مگر امام الطائفہ کی اوندھی عقل کے جوہر قابل دید ہیں کہ جس امر کو شفاعت سے کوئی علاقہ نہیں جو امر منافی شان احدیت ہو جو امر اس محبوب وجیہ کے مرتبہ کے متضاد ہو اس کے مجوز (جائز کرنے والا) ہوتے ہیں اور جو سفارش دین و دنیا میں ہر جگہ جاری وساری ہے اس کے شرک وکفر ہونے پر زور دیتے ہیں پس یہ منہ زوری کہ اس امیر نے اس کی سفارش اس سبب سے نہیں کی کہ اس کا آشنا ہے یا قرابتی یا اس نے اس کی حمایت اٹھائی ہے کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی یہ نری ضلالت اور مخالفت احادیث ہے **کما هو ظاهر علی مطالعی کتب الاحادیث.**

غضب خدا کا اس جرأت پر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکمال دلیری کہا جاتا ہے کہ اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہوسکتی ہے اور نبی وولی کی شفاعت کا جو قرآن میں ذکر ہوا اس سے یہی مقصود ہے۔شفاعت کے نفیس مفہوم کا ایسی شناعتوں میں حصر کر کے رب العزت اور انبیاء کرام کی طرف اس کو منسوب کرنا یہ قائل کے خبث باطنی کی دلیل ہے، ورنہ کوئی مسلمان اپنے مالک اپنے پروردگار کے دامن عزت وجلال کو ایسی آلایشوں سے ملوث نہیں کرسکتا اور کوئی امیدوار شفاعت اپنے نبی وجیہ کی شان مقدس میں ایسی گستاخی کا اشارۃً کنایۃً بھی روادار نہیں ہوسکتا۔مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قطعی واصلی طور پر منصب شفاعت بالذات و بالاستقلال آپ کو عطا ہو چکا اور بالتبع آپ کے طفیل میں آپ کے بعد دیگر مقربین بارگاہ بھی اپنے اپنے متبعین ومتعلقین کی شفاعت کے لئے لب کشائی فرمائیں گے اور ہمارا والی ہمارا حامی ہمارا غمگسار، ہمارا بڑی راحت ورحمت والا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم گنہگاروں کی مدد فرما کر عرصات محشر کی ہر شدت سے ہم کو نجات دے کر بہشت میں پہنچائے گا۔آپ کی شفاعت سے مجھ جیسے سراپا معصیت بھی انشاء اللہ بہشت میں پہنچ کر آپ کے شرف جوار سے مشرف ہوں گے، آپ کی وجاہت، آپ کی محبت سے رب

العزت آپ کی شفاعت کو نامقبول نہ کرے گا۔ وہ مرتبۂ عالی اور وہ منصب رفیع جو رب العزت ان کو مرحمت فرما چکا کسی بے دین بے ادب گستاخ کی منھ زوری اور گستاخی سے کسی قسم کا اس میں خلل واقع نہیں ہوسکتا۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے دشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ولنعم ما قال العارف الرومی رحمة اللّٰه علیه

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں زند
ہر کسے بر خلقت خود می تند — مہ فشاند نور سگ عو عو کند

ہاں آپ کی گستاخی اور بے ادبی کا یہ نتیجہ ضرور ثابت ہوا کہ حسب شہادت حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے وسیع فیض شفاعت سے محروم قرار پائے جس کا مستحق ہر فاسق و فاجر مسلمان ہے اگر ہم کو افسوس ہے تو اسی قدر کہ اس نبی وجیہ، ماذون ومختار صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع فیض شفاعت کو دیکھ کر ابلیس جیسے مورد لعن اور مردود بارگاہ کو بھی امید ہو جائے کہ جب اس عموم و وسعت کاملہ کے ساتھ آپ کی شفاعت سے مستحقین دوزخ اہل بہشت ہو رہے ہیں، جو قابل نار تھے ان کو حلّۂ نوری پہنایا جاتا ہے تو کیا تعجب ہے کہ آنحضرت ﷺ میری بھی شفاعت فرمائیں اور مولوی اسماعیل آدمی ہو کر مسلمان کے گھر میں پیدا ہو کر مسلمانی کے مدعی ہو کر شفاعت کا انکار کریں۔ اور پھر کیسا انکار، اس حد درجہ کا انکار کہ اعتقاد شفاعت کو کفر و شرک اور معتقدین و امیدواران شفاعت کو مشرک وجہنمی ٹھہرائیں **فاعتبروا یا اولی الابصار** چونکہ وقت میں گنجائش بالکل باقی نہیں لہٰذا میں

اپنے معزز دوست منتظم ''تحفہ حنفیہ'' سے اس اختصار کی معافی مانگنے کے بعد وعدہ کرتا ہوں
کہ اگر منظور خدا ہے تو بقدر فرصت ہر ماہ اسی قسم کا مذہبی مضمون بغرض حمایت دین خدمت
سامی میں بلا ناغہ پہنچے گا۔ اے ہمارے خدا اپنے محبوب مکرم سردار دو عالم محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو منصب شفاعت کے عطا کرنے والے ہمارے وقت میں برکت عطا فرما
ہمارے ارادوں کو پورا کر اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں اپنی اور اپنے حبیب کی سچی اور
کامل محبت عطا فرما۔ خداوندا اپنے حبیب پاک کے جاہ وحشمت کے صدقہ میں برکات
دارین ہم کو عطا کر، خداوندا مرتے دم اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا
کی زیارت سے ہماری آنکھوں کو مسرور اور دل کو پُر نور فرما۔ دل وزبان پر اللہ ومحمد جاری ہو،
خداوندا اس تیرہ وتار مکان تنہائی کو جسے قبر کہتے ہیں اپنے حبیب سراج منیر کے قدموں سے
روشن فرما کر قبر کی سب سختیاں دور فرمائیو! خداوندا کل قیامت کو اپنے اس گنہگار بندہ
عبدالقیوم کو مجمع محشر میں رسوا نہ کرنا اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ماذون شفاعت قاسم
نعیم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت سے مجھ کو اور میرے تمام احباب واقرباء کو
مشرف فرمانا، آمین آمین۔

**وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین و نستعین رسولہ الوجیہ الامین
المکین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین فی کل اٰن و حین و نصلی
علیہ و اٰلہ و صحبہٖ و اولیاء امتہ خصوصا علی وارث حالہ
سیدنا الشیخ محی الدین و علماء شریعتہ اجمعین.**

حواشی شفاعت نامہ

۱۔ الصّف آیت ۸

۲۔ المومنون آیت ۱۱۵

۳۔ القیامۃ آیت ۳۶

۴۔ المزمل آیت ۱۷

۵۔ النباء آیت ۴۰

۶۔ العبس آیت ۳۵

۷۔ ق آیت ۳۰

۸۔ شفاعت کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کو بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ اس میں میدان حشر کی سختی اور لوگوں کی بے بسی و بے کسی کا اس انداز میں بیان ہے جس کو سن کر دل کانپنے لگتا ہے۔ خدائے برتر کے جلال و ہیبت کے آگے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر رسول و نبی کو لب کشائی کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ ہر نبی قہر خداوندی کو دیکھتے ہوئے شفاعت کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ لوگوں پر مایوسی چھا جاتی ہے لیکن اس مایوسی و ناامیدی کے عالم میں محبوب رب العالمین سرکار دو جہاں ﷺ کی مبارک شکل میں ایک امید کی کرن نظر آتی ہے تمام گنہگاران امت سرکار ﷺ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتے ہیں سب جگہ سے مایوس واپس آنے والے لوگوں کو رحمت عالم اپنی رحمت کی چادر میں لے لیتے ہیں اور بارگاہِ رب العالمین میں سربسجود ہو کر گنہگاران امت کی شفاعت فرماتے ہیں باری تعالیٰ کا جلال و قہر اپنے محبوب کے سر مبارک کو اپنی بارگاہ میں جھکا دیکھ کر جمال میں تبدیل ہو جاتا ہے اب جلال کی جگہ جمال نے لے لی ہے اور عذاب کی جگہ رحمت برستی ہے اور سرکار دو عالم کے تصدق میں رب کائنات سارے گنہگاروں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

میں ایمان کی جلاء اور شفاعت سرکار دو جہاں پر یقین کامل کی غرض سے اس مبارک حدیث کو من و عن نقل کرتا ہوں......

عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یحبس المومنون یوم القیامة حتی یهموا بذلک فیقولون لو استشفعنا الی ربنا فیر یحنا من مکاننا فیاتون آدم فیقولون انت آدم ابو الناس خلقک الله بیده واسکنک جنته واسجد لک ملائکته و علمک اسماء کل شئ اشفع لنا عند ربک حتی یریحنا من مکاننا هذا فیقول لست هنا کم ویذکر خطیئة

التـي اصـاب اكـلـه مـن الشـجـرة وقد نهي عنها ولكن ائتوا نوحا اول نبي بعثه الله الى اهل
الارض فيـاتـون نـوحـا فيـقـول لست هناكم ويذكر خطيئة التي اصاب سواله ربه بغير علم
ولـكن ائتوا ابراهيم خليل الرحمن قال فياتون ابراهيم فيقول اني لست هناكم ويذكر ثلث
كـذبـات كـذبهـن ولـكـن ائتـوا موسى عبدا اتاه الله التوراة وكلمه و قربه نجيا قال فيأتون
مـوسـى فيـقـول لسـت هـنـا كـم ويـذكر خطيئتهٔ التي اصاب قتله النفس ولكن ائتو عيسى
عبـدالـلـه و رسـولـه وروح الـلـه و كلمتهٔ قال فياتون عيسى فيقول لست هناكم ولكن ائتو
مـحـمـدا عبـدا غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر قال فياتوني فاستاذن على ربي في داره
فيـوذن لـي عـليـه فاذا رأيته وقعت ساجدا فيد عني ماشاء الله ان يدعني فيقول ارفع محمد
وقـل تسمع واشفع تشفع وسل تعطه قال فارفع رأسي فاثني على ربي بثناء وتحميد يعلمنيه
ثم اشفع فيحد لي حدا فاخرجهم من النار وادخلهم الجنة ثم اعود الثانية فاستاذن على ربي
فـي داره فيـوذن لـي عليه فاذا رأيته وقعت ساجدا فيدعني ثم يقول ارفع محمد وقل تسمع
واشفع تشفع وسـل تـعـطـه قـال فـارفع رأسي فاثني على ربي بثناء وتحميد يعلمنيه ثم اشفع
فيـحدلي حدا فاخرج فاخرجهم من النار وادخلهم الجنة ثم اعود الثالثة فاستاذن على ربي في
داره فيـوذن لـي عـليـه فـاذا رأيتـه وقـعـت ساجدا فيد عني ماشاء الله ان يدعني ثم يقول ارفع
مـحـمـد وقـل تسمع واشفع تشفع وسل تعطه قال فارفع رأسي فاثني على ربي بثناء و تحميد
يـعـلـمـنيـه ثم اشفع فيحد لي حدا فاخرج فاخرجهم من النار وأد خلهم الجنّة حتٰى مايبقٰى في
الـنـار الامـن قد حبسه القرآن اى وجب عليه الخلود ثم تلاهذه الاية عسى ان يبعثک ربک
مقاماً محمودا قال فهذا المقام المحمود الذى وعدنبيكم.

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مسلمان روکے جائیں گے یہاں تک کہ روکے جانے کی وجہ سے متفکر ہوں گے غم زدہ ہونگے اور کہیں گے کہ کاش ہم کسی کی سفارش طلب کرتے جو ہمارے پروردگار سے ہماری شفاعت کرتا تا کہ وہ ہمیں اس غم واندوہ سے راحت عطا فرماتا۔ لہٰذا مسلمان حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے کہ آپ جملہ انسانوں کے باپ ہیں خدا نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور آپ کو جنت میں سکونت عطا فرمائی اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور تمام اشیاء کے نام آپ کو سکھائے آپ ہمارے پروردگار سے ہماری شفاعت فرمایئے تا کہ وہ ہمیں اس تکلیف سے راحت بخشے۔ حضرت آدم فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں اور آپ اپنی اس لغزش کو یاد فرمائیں گے جو درخت کے پھل کھانے کی وجہ سے ہوئی تھی حالانکہ وہ اس درخت کے

پھل کھانے سے منع کئے گئے تھے وہ کہیں گے تم نوح کے پاس جاؤ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جن کو خدا نے اہل زمین کی جانب بھیجا لہٰذا وہ حضرت نوح کے پاس آئیں گے وہ ارشاد فرمائیں گے میں اس منصب کے لائق نہیں حضرت نوح اپنی اس لغزش کو یاد فرمائیں گے جو اپنے رب سے نادانستہ سوال کر کے کی تھی اور کہیں گے تم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ لہٰذا وہ لوگ ابراہیم خلیل اللہ کے پاس آئیں گے آپ بھی فرمائیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں اور دنیا کے تین کذب یاد فرمائیں گے جو دنیا میں بولے تھے وہ کہیں گے تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ کہ وہ ایسے بندے ہیں جس کو اللہ نے توراۃ عطا کی اور ان سے کلام فرمایا اور سرگوشی کے لئے ان کو قریب کیا حضور نے فرمایا لوگ حضرت موسیٰ کے پاس حاضر ہوں گے لہٰذا وہ فرمائیں گے میں اس قابل نہیں ہوں اور اپنی اس لغزش کو جو قبطی کے قتل کی وجہ سے ہوئی تھی یاد کر کے فرمائیں گے تم عیسیٰ کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے رسول روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔حضور نے فرمایا لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں اس مرتبہ کے لئے نہیں ہوں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کے اگلے پچھلے خلاف اولیٰ اللہ نے معاف کر دیئے ہیں وہ لوگ میرے پاس آئیں گے میں خدا کے حضور جو اس کا مقام ہے حاضر ہونے کا اذن طلب کروں گا مجھے اذن دیا جائے گا جب میں خدا کا دیدار کروں گا تو اس کے حضور سجدہ کروں گا پس جب تک خدا چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا، اس کے بعد خدا فرمائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ جو کہو گے سنا جائے گا، شفاعت کرو شفاعت قبول کی جائے گی، سوال کرو پورا کیا جائے گا حضور نے فرمایا میں اپنا سر اُٹھاؤں گا اور اپنے خدا کی جو اس نے سکھائی حمد وثنا کروں گا پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی پھر میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر دوبارہ آ کر خدا کی بارگاہ میں حاضری کا اذن چاہوں گا اور جب تک خدا چاہے گا سجدہ میں رہوں گا پھر ارشاد ہوگا اے محمد سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی مانگو دیا جائے گا فرمایا میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی حمد وثنا جو اس نے مجھے سکھائی ہے کروں گا پھر شفاعت کروں گا اور لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا پھر تیسری بار اپنے خدا کی بارگاہ میں اذن چاہوں گا مجھے اجازت دی جائے گی جب میں اپنے خدا کا دیدار کروں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا اور جب تک خدا چاہے گا سجدہ میں رہوں گا پھر خدا فرمائے گا سجدہ سے سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی مانگو دیا جائے گا میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی حمد وثنا کروں گا جو اس نے مجھے سکھائی پھر شفاعت کروں گا پھر حد مقرر کی جائے گی میرے لئے، میں لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جاؤں گا یہاں تک کہ نہ باقی رہے گا دوزخ میں مگر وہ شخص کہ جس کو قرآن نے روکا ہے یعنی وہ شخص کہ جس پر دوزخ میں ہمیشہ رہنا واجب ہو گیا پھر حضور نے یہ آیت پڑھی ''قریب ہے کہ تجھے تیرا رب مقام محمود پر فائز فرمائے''۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی وہ مقام محمود ہے جس کا خدا نے تمہارے نبی سے وعدہ کیا ہے۔

(الف) بخاری:کتاب التفسیر باب قول الله تعالیٰ وجوه یومئذ ناضرة

(ب) مسلم: کتاب الایمان باب : ادنی اهل الجنّة منزلة فیها

امام ترمذی نے اس حدیث کو باختلاف الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے دیکھئے ترمذی شریف ج:۲/ص:٦٦، باب ماجاء فی الشفاعۃ، کتب خانہ رشیدیہ دہلی

امام نووی قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک شفاعت عقلاً جائز ہے اور قرآن وحدیث کی رُو سے واجب ہے اس لئے کہ قرآن کی متعدد آیات کریمہ اور بے شمار احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ گنہگاران امت کی شفاعت ہوگی علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ شفاعت کے متعلق اس قدر آثار وروایات منقول ہیں جن کا مجموعہ حد تواتر کو پہنچ گیا ہے مسئلہ شفاعت کے ثبوت پر اجماع امت ہے۔

دیکھئے شرح مسلم/باب اثبات الشفاعة واخرج الموحدین من النار

حدیث مذکور کو تھوڑے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے دیکھئے: ابن ماجہ ج:۲/ص:۳۲۹ باب: ذکر الشفاعۃ، مطبوعہ فاروقی دہلی۔

(۹) الضحیٰ آیت ۵، ترجمہ: عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن احمد محمود النسفی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

ولما نزلت قال صلی الله علیه وسلم اذا لا ارضی قسط و واحد من امتی النار. ترجمہ :-جب آیت کریمہ **ولسوف یعطیک ربک فترضٰی** نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جب تک میرا کوئی امتی جہنم میں ہوگا میں راضی نہیں ہوں گا۔ دیکھئے تفسیر نسفی: علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، ج:۴/ص:۳٦۴، زیر سورۂ ضحیٰ، مطبع اصح المطابع بمبئی۔

(۱۰) الاسراء آیت ۷۹، ترجمہ:- عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائیگا۔

صاحب تفسیر نسفی مقام محمود کی تفسیر میں فرماتے ہیں-

وهو مقام الشفاعة عندالجهور ویدل علیه الاخبار وهو مقام یعطی فیه لواء الحمد

جمہور علماء کرام کے نزدیک مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے جس پر احادیث مبارکہ دلالت کرتی ہیں یا وہ مقام ہے جس میں حضور علیہ السلام کے دست مبارک میں حمد کا پرچم دیا جائے گا۔ دیکھئے تفسیر نسفی: ج:۲۲/ص: ۳۲۵، اصح المطابع بمبئی۔

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے تحت بیان کیا ہے

یحمدک فیه الاولون والآخرون وهو مقام الشفاعة

ترجمہ:- مقام محمود وہ مقام رفیع ہے جس میں اے حبیب سب اولین وآخرین تیری تعریف کریں گے اور وہی مقام شفاعت ہے۔

تفسیر جلالین:- سورۃ الاسراء زیر آیت **عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا.**

(۱۱) سورۂ مریم آیت ۸۷، ترجمہ:- ان کو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں سوائے ان کے جنھوں نے اللہ رب العزت سے عہد لے لیا ہے۔

صاحب تفسیر نسفی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **بان امن فی الحدیث من قال لا اله الا الله كان له عند الله عهد** اللہ سے عہد اس طور پر ہوگا کہ وہ شخص ایمان لے آئے اسلئے کہ حدیث مبارک میں ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس کا اللہ سے عہد ہو گیا یعنی شفاعت اسی کی ہوگی جو مومن ہو غیر مومن کی شفاعت ہرگز نہیں ہوگی پھر امام نسفی عہد کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں-

وعن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لاصحابه ذات یوم ایعجز احدکم ان یتخذ کل صباح ومساء عندالله عهدا قالوا وکیف ذلک قال یقول کل صباح و مساء اللهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة انی اعهد الیک بانی أشهد ان لااله الا انت وحدک لا شریک لک وان محمد اعبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی وانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشرّوتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عهدا توفیته یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد فاذا قال ذلک طبع علیه بطابع ووضع تحت العرش فاذا کان یوم القیامة نادی منادی این الذین کان لهم عندالله عهد فیدخلون الجنّة (تفسیر نسفی: علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، ج:۳/ص:۴۶، تحت سورۂ مریم، اصح المطابع بمبئی)

ترجمہ:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی اکرم **علیه التحیة والثناء** نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ ہر صبح وشام اپنے پروردگار کے پاس عہد لو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کس طرح؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر صبح وشام یہ کہے ''اے آسمان وزمین کو پیدا کرنے والے ظاہر اور پوشیدہ کو جاننے والے میں تیرے پاس عہد رکھتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں تو مجھے میرے نفس کے حوالے مت کر اگر تو نے مجھے نفس کے سپرد کر دیا تو وہ مجھے شر سے قریب اور خیر سے دور کر دے گا میں تیری رحمت پہ بھروسہ کرتا ہوں میرے عہد کو تو محفوظ رکھ لے اور قیامت کے روز مجھے عطا فرما بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ حضور نے فرمایا جب یہ عہد لیا تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اسے عرش کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے بروز قیامت ایک منادی پکارے

گا کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ کے پاس عہد ہے لہٰذا وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(۱۲) البقرہ آیت ۱۴۴، ترجمہ:- ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی جانب اٹھنا دیکھتے ہیں ہم آپ کو ایسے قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ راضی ہیں لہٰذا آپ اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی جانب پھیر لیجیے۔

اللہ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو ابتداً آپ نے سولہ سترہ مہینہ بیت المقدس کی جانب منھ کر کے نماز ادا فرمائی لیکن آپ کی دلی تمنا یہ تھی آپ کا قبلہ کعبہ کو بنا دیا جائے جو آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا اسی آرزو کی تکمیل کے لئے آپ بار بار آسمان کی جانب چہرۂ مبارک کو اٹھاتے کہ کب فرمان الٰہی نازل ہو۔ خدائے برتر نے اپنے حبیب کی یہ آرزو پوری فرمائی آیت مذکورہ **قد نری تقلب وجھک الی آخرہ** نازل فرمائی جب یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی تو حضور نماز فجر پڑھا رہے تھے آپ نے نماز میں ہی اپنے چہرہ کو کعبہ شریف کی طرف پھیر لیا آپ کی اقتداء میں صحابہ نے بھی اپنے چہروں کو قبلہ قدیم کی طرف کر لیا۔

(۱۳) الانفال آیت ۳۳، ترجمہ:- نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔ ان کفار و مشرکین کے اعمال اس قدر قبیح و برے تھے جو لائق عذاب تھے حضور علیہ السلام کو اور آپ کے صحابہ کرام کو ستاتے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے ان کو وحدہٗ لاشریک کی عبادت سے روکتے، اسلام اور اہل اسلام کو گالیاں دیتے تو وہ اپنے کرتوتوں کے سبب عذاب اور غضب الٰہی کے مستحق تھے اس کے باوجود اللہ نے ان پر عذاب نازل نہیں کیا تو اس کی وجہ آیت مقدسہ میں بیان کی گئی کہ اے حبیب مکرم ہم نے آپ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کا وجود سراپا رحمت ان میں موجود ہو اور ان پر عذاب نازل فرمائیں۔

(۱۴) آل عمران آیت ۳۱، ترجمہ:- اے محبوب مکرم آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اللہ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(۱۵) پوری حدیث مندرجہ ذیل ہے

عن عبدالله بن عمرو بن العاص ان النبی صلی الله علیه وسلم تلا قول الله عزوجل فی ابراهیم رب انهن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک غفور رحیم وقال عیسی علیه السلام ان تعذبهم فا نهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم فرفع یدیه وقال اللهم امتی امتی وبکی فقال الله عزو جل یا جبرئیل اذهب الی محمد و ربک اعلم فسئله ما یبکیک فأتاه جبرئیل علیه السلام فساله فاخبره رسول الله صلی الله علیه وسلم بم قال وهو اعلم فقال الله یا جبریل اذهب الی محمد فقل انا سنرضیک فی امته ولانسؤک. (صحیح مسلم؛ **کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی الله علیه**

وسلم لامته وبکائه و شفقته علیهم)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''اے میرے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا تو جس نے میری پیروی کی وہ تو میرے راستے پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے''۔ پھر حضور نے وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے اے رب اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو یقیناً تو غالب حکمت والا ہے، یہ آیات مقدسہ تلاوت فرما کر حضور نے اپنے دست مبارک کو دراز فرمایا اور دعا کی ۔اے اللہ میری امت میری امت اور پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: اے جبرئیل محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے رونے کا سبب پوچھو حالانکہ تیرا رب زیادہ جاننے والا ہے۔حکم کے مطابق جبرئیل علیہ السلام حضور کے پاس آئے اور ان سے دریافت کیا اور حضور علیہ السلام سے معلوم کر کے اللہ کو بتایا حالانکہ اللہ زیادہ جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ آپ کی امت (کی بخشش) کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر لیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف فوائد پر مشتمل ہے

۱۔ حضور علیہ السلام اپنی امت سے بے پناہ محبت فرماتے ہیں اور اس پر انتہائی مشفق و مہربان ہیں۔

۲۔ دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا مستحب ہے۔

۳۔ اس حدیث میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے بشارت عظیم ہے کہ اللہ نے اپنے نبی مکرم سے وعدہ فرمایا کہ وہ حضور کو امت کے سلسلہ میں راضی فرمائے گا۔

۴۔ یہ حدیث شفاعت والی احادیث میں سب سے زیادہ امید بخش ہے۔

۵۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا جنابِ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے۔

شرح مسلم: امام نووی علیہ الرحمہ، کتاب الایمان، **باب دعاء النبی ﷺ لامته وبکائه و شفقته**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل نبی دعوۃ مستجابة فتعجل کل نبی دعوته وانی اختبأت دعوتی شفاعة لأمتی الی یوم القیامة فهی نائلة ان شأ اللّٰه من مات من امتی لا یشرک باللّٰه شیئًا. ہر نبی کے واسطے ایک دعائے مستجاب ہے تمام انبیاء کرام نے وہ دعا مانگنے میں عجلت کی میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کے لئے رکھا ہے میری امت میں ہر وہ شخص میری شفاعت پائے گا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں

کرتا ہوگا

(الف) بخاری: **كتاب الدعوات باب لكل نبی دعوة مستجابة**

(ب) مسلم: کتاب الایمان، باب **اختیار النبی** ﷺ **دعوة الشفاعة لامة**

(۱۶) النجم آیت ۹، ترجمہ:- پھر وہ قریب ہوا، اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

(۱۷) دیکھئے حاشیہ نمبر ۸

(۱۸) الضحیٰ آیت ۵

(۱۹) الاسراء آیت ۷۹

(۲۰) مصنف رسالہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے درج بالا عبارت میں شفاعت کے اقسام وانواع کو بیان کیا ہے جیسا کہ علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں امام نووی وقاضی عیاض کے حوالہ سے شفاعت کے پانچ مراتب بیان کئے ہیں، وہ لکھتے ہیں......

الشفاعات خمس

الاولی:- لاراحة من هو فی الموقف

الثانية :- فی ادخال قوم الجنة بغير حساب

الثالثه :- فی ادخال قوم حوسبوا واسحقوا العذاب ان لايعذبو

الرابعة :- فی اخراج من ادخل النار من العصاة

الخامسة:- فی رفع الدرجات

ترجمہ:- شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں......

۱۔ میدان محشر کی ہولناکی اور سختی سے نجات دلوانے میں شفاعت کی جائیگی۔

۲۔ بعض حضرات بغیر حساب وکتاب شفاعت کے سبب جنت میں داخل ہوں گے۔

۳۔ کچھ لوگ حساب وکتاب کے بعد عذاب دوزخ کے مستحق قرار پائیں گے پھر شفاعت کے باعث دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔

۴۔ کچھ لوگ دوزخ میں داخل ہوجائیں گے شفاعت کی بنا پر دوزخ سے نکالے جائیں گے۔

۵۔ شفاعت کی وجہ سے کچھ حضرات کے جنت میں درجات بلند ہوں گے۔

(المواہب اللدنیہ: ج:۴/ص:۶۵۴، باب الشفاعۃ والمقام المحمود، پور بندر گجرات) امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے پھر ہر قسم کی شفاعت پر احادیث کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

(۲۱) خوارج اور بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کی شفاعت نہیں ہوگی اس باطل عقیدہ کا رد کرتے ہوئے مصنف رسالہ علامہ حکیم عبدالقیوم شہید علیہ الرحمہ نے فرمایا......''جس نے ایک عمل نیک بھی نہ کیا مگر تھا مسلمان، نور ایمان کی چمک دل میں قائم تھی گو رائی برابر کیوں نہ ہو آپ کی شفاعت اس کو بھی جنتی بنا کر رہے گی''۔آپ کے اس قول پر احادیث نبویہ شاہد عادل ہیں چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ التحیہ والتسلیم نے فرمایا کہ- **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی.** ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گنہگاروں کے لئے ہے۔

(الف) ترمذی شریف: **ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: باب ماجاء فی الشفاعة** ج:۲/ص:٦٦، کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

(ب) مسند احمد بن حنبل، ج:۲/ص:۲۱۳، مؤسسہ قرطبہ قاہرہ۔

(ج) ابن ماجہ، **باب ذکر الشفاعة**، ص:۳۲۹، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیرت بین الشفاعة وبین ان یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانھا اعم واکفی اترونھا للمتقین لا ولکنھا للمذنبین الخطائین المتلوثین.

ترجمہ:-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں شفاعت کولوں یا میری نصف امت جنت میں داخل ہو تو میں نے شفاعت کو پسند کیا اس لئے کہ وہ عام اور کافی ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ پرہیزگاروں و نیکوکاروں کے لئے ہے، نہیں بلکہ وہ گنہگاروں وخطاکاروں کے لئے ہے۔

(الف) ابن ماجہ: باب ذکر الشفاعة ص:۳۲۹، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی

(ب) مسند احمد بن حنبل ج:۲/ص:۷۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال قلت یا رسول اللہ ماذا ورد علیک فی الشفاعة فقال شفاعتی لمن شھد ان لاالہ الا اللہ مخلصا یصدق لسانہ قلبہ

ترجمہ: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شفاعت کے سلسلہ میں آپ پر کیا نازل ہوا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہے جس نے اخلاص کے ساتھ **لا الٰہ الا اللّٰہ** کی گواہی دی۔اس طور پر کہ اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرتا ہو۔

(الف) المستدرک للحاکم: کتاب الایمان، ج:۱/ص:۱۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت۔

(ب) مسند احمد بن حنبل ج:۲/ص:۲۷۰، مؤسسہ قرطبہ قاہرہ
(ج) شفاء شریف ج:۱/ص:۲۱۸، فصل فی تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم بالشفاعۃ والمقام المحمود

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضور کی شفاعت یقیناً گنہگاران امت کے لئے بھی ہوگی اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جو رسول راتوں کو اُٹھ کر اپنی جس امت کے لئے اشکبار ہو وہی میدان حشر کی مصائب و تکالیف میں اسے فراموش کردے۔

(۲۲) امام طبرانی حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں:

لا تزال الشفاعة بالناس وهم يخرجون من النار حتى ان ابليس ليتطاول لهاء رجاء ان تصيبة (المعجم الکبیر ج۱۰، ص۲۱۵، مکتبۃ العلوم والحکم)

ترجمہ:- لوگوں کی شفاعت ہوتی رہے گی اور دوزخ سے وہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ابلیس کو اس بات کی امید ہو جائے گی کہ اس کی شفاعت بھی ہو جائے۔

(۲۳) الغافر آیت ۱۸، ترجمہ:- ظالموں کے لئے کوئی دوست نہ ہوگا نہ ایسا سفارشی ہوگا جس کی سفارش مانی جائے۔

(۲۴) البقرۃ آیت ۲۷۰، ترجمہ:- ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۲۵) الانبیاء آیت ۲۸، ترجمہ:- وہ (نیک بندے) شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کی جس سے وہ (اللہ) راضی ہوگیا۔

(۲۶) اس حدیث کی تخریج حاشیہ نمبر ۲۱ پر ملاحظہ فرمایئے۔

(۲۷) **اريت ما تلقى امتى بعدى ويسفك بعضهم دماء بعض وسبق ذلك من الله كما سبق فى الامم قبلكم فينبغى ان يولينى شفاعته يوم القيامة فيهم ففعل.**

المعجم الاوسط. ج:۵/ص:۵۳، دارالحرمین قاہرہ ۱۴۱۵ھ

ترجمہ:- میری امت میرے بعد جن حالات سے گزرے گی اور ایک دوسرے کا خون بہائے گی وہ سب مجھے دکھایا گیا یہ سب اللہ کی طرف سے مقدر تھا جیسا کہ تم سے پہلی والی امتوں میں مقدر تھا تو مناسب تھا کہ مجھے ان کی شفاعت دی جائے تو اللہ نے ایسا ہی کیا

(۲۸) دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۱۔

(۲۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **من كذب الشفاعة فلا نصيب له ومن كذب الحوض فليس له فيه نصيب.**

البدور السافره فى امور الآخرة. امام سیوطی، ص:۱۵۴، مطبع محمدی لاہور ۱۳۱۱ھ، باب الشفاعة

فیمن استحق النار۔

ترجمہ:- جس نے شفاعت کی تکذیب کی اس کا شفاعت میں کوئی حصہ نہیں اور جس نے حوض کا انکار کیا تو اس کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

(۳۰) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ **قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ.**

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حق عمر کی زبان پر رکھ دیا جس کو وہ بولتے ہیں۔

دیکھئے! ابن ماجہ: باب فضل عمر رضی اللہ عنہ، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

(۳۱) دیکھئے! شفاء شریف ج:۱/ص:۲۱۶ تا ۲۲۴، پوربندر گجرات۔

(۳۲) تقویۃ الایمان ص:۲۶، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

(۳۳) البقرۃ آیت ۷، ترجمہ:- اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے۔

(۳۴) النساء آیت ۴۸

(۳۵) البقرۃ آیت ۲۸۴

(۳۶) الانبیاء آیت ۲۳

(۳۷) آل عمران آیت ۴۰

(۳۸) المائدۃ آیت ۱

(۳۹) المائدۃ آیت ۱۲۰

(۴۰) سنن ابن ماجہ: کتاب الزہد، باب: ذکر التوبۃ: عن ابی ھریرۃ

☆☆☆

العلم

علم کے متعلق کچھ لکھنے کا خیال ظاہر کرنا ایسا امر نہیں کہ نئی تعلیم، نئے خیال، نئی روشنی والے حضرات کے کان نہ کھڑے ہوں۔ وہ ضرور نہایت تعجب وحیرت کے لہجہ میں کہیں گے کہ ''ارے یہ تو ہمارا حصہ ہمارا کام تھا اور ہم نے اس بارے میں اپنا کمال ظاہر کر دیا۔ ہم ہی نے اس کی ابتداء کی اور اس کو انتہا تک بھی پہنچا دیا متعدد کمیٹیوں، انجمنوں کے سالانہ جلسوں میں مختلف مقامات پر پُر زور اسپیچ، دلکش لکچروں میں اس مسئلہ کی کافی تحقیق ہو چکی، بے شمار اخبار، ماہواری پرچوں کے کالم اسی توضیح وتشریح سے سیاہ ہیں پھر اس تحصیل حاصل سے کیا حاصل۔ اور پھر مذہبی قیود میں جکڑا ہوا شخص تو اس مبحث میں قلم اٹھا ہی نہیں سکتا۔ آزادی کا تمغہ، اجتہاد کا سہرا تو ہمارے ہی سر ہے، قرآن و حدیث فقہ وتفسیر، اصول وتصوف کے پڑھنے پڑھانے والوں میں یہ قوت کہاں اور جدت پسند طبیعت ان کو کب نصیب''۔

اے انصاف پسند حضرات! اے اسلامی بھائیو! کیا آپ پر یہ امر مخفی ہے کہ تصنیف و مضمون نویسی کا دروازہ آج مطابع واخبارات کی بدولت ہر گپّی اردوخواں، ہر طفل مکتب کے لئے کھلا ہے کسی کی زبان کا کہا ہوا قلم کا لکھا ہوا نفس الامر میں کتنا ہی غیر مفید اور لچر کیوں نہ ہو مگر چند عامی طبیعتیں جو رکیک اور جاہلانہ خیالات کو زیادہ پسند رکھنے پر مجبور ہیں اس کو قومی ہمدردی علمی تحقیقات سمجھ کر واہ واہ کا شور مچا دیتے ہیں بلکہ لکچرار واسپیکر صاحب کی یہ وقعت بڑھائی جاتی ہے کہ گویا اصلاح وترقی کے پیغمبر ہیں تو یہی، اسی تعریف پسندی کے مزے نے

بہت سے کم مایہ حضرات کے دلوں میں مزید تحقیقات کا شوق پیدا کر رکھا ہے۔ برادر من! میرا مقصد یہ نہیں کہ اس نئی دنیا میں نئے خیال والے حضرات کی نئی تحقیقات جو ہر امیر کی الماری ہر جنٹلمین کی میز، ہر عہدہ دار کے بکس کی زینت ہیں ان سب پر میں اس وقت رائے زنی کروں، ہر مضمون کے پیچھے اپنا خیال دوڑاؤں کیونکہ ان کے متعلق تفصیلی بحث اور کامل توضیح کی نہ مجھ کو فرصت نہ یہ چند اوراق کفایت کر سکتے ہیں۔ میرا مقصد یہی ہے کہ جو منصف مزاج اور حق پسند بھائی ہیں ان پر یہ بات ثابت کر دوں کہ حضرات متجبین و متحیرین کا تعجب و حیرت ہرگز یہ قابلیت نہیں رکھتا کہ وقعت کی نظر سے دیکھا جا سکے۔ وہ جو کچھ کہیں، لکھیں ان کو کہنے لکھنے دیجئے۔ اسلامی عقیدتمندی کا سچا متقضا یہی ہے کہ اسلامی نگاہ سے یہ دیکھئے کہ اس وقت تک ان حضرات کی سعی ان کی اجتہادی کوششوں کا نتیجہ جس قدر مضامین ہیں ان میں دیانت وحق پسندی کا کس قدر گلا گھونٹا گیا ہے حق پسند طبیعت کو اس امر کے قبول میں کوئی عذر نہیں ہوسکتا کہ ان حضرات کو ان مباحث میں بصیرت حاصل ہونے کا کافی ذریعہ نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں کوئی بھی ذہین ہوشیار شگفتہ طبیعت نہیں، ایک نہیں سو ہوں لیکن بمصداق ؎

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

جب سچے اسلام، سچے مسلمانوں کے سچے علوم سے ان کو کوئی واسطہ کوئی تعلق ہی نہیں پھر ان کے کہے پر عمل کرنا تو درکنار ان کے بیانات کا سننا کب جائز ہوسکتا ہے ان حضرات کا جو سرمایۂ علمی ہے جو ان کے مشاغل ہیں جس طرف ساری پارٹی کی دلی توجہ مبذول ہے جن اصول پر وہ کسی مسئلہ کی تحقیقات کرتے ہیں ان اعتبارات کے لحاظ سے وہ ہرگز اس قابل نہیں ٹھہر سکتے کہ مسلمانوں کے کسی مسئلہ کی نسبت کوئی رائے قائم کرسکیں۔

معزز حضرات! ان حضرات موصوفین نے علم کے متعلق جس قدر طول بیانی اور خامہ فرسائی کے ساتھ اپنی جدت پسند طبیعت کا جوہر اور قلم کا زور دکھایا ہے کوئی منصف اور حق

پسند طبیعت اس کوشش کو ادھوری اور ناکافی بھی نہیں کہہ سکتی۔ میرے پیارے بھائیو! ناقص اور غیر مکمل کسے کہتے ہیں اسلامی نگاہ سے دیکھئے تو آنکھیں کھل جائیں کہ سچے اسلام اور اس کے سچے ہوا خواہوں کے حق میں تیز چھری سے کم نہیں۔ ہاں ہاں اس مبحث کے متعلق بھی کوئی ضروری بات بیان نہیں کی گئی۔ میں اس امر کا مدعی نہیں ہوں کہ تمام امور ضروریہ اور کل مفید مباحث آپ کے ملاحظہ میں پیش کرنے کا مجھ کو شرف حاصل ہوگا البتہ بمصداق **مالا یدرک کله لایترک کله**. آپ کو یہ امید ضرور رکھنا چاہیے کہ میں جو کچھ لکھوں گا انشاء اللہ وہ ضرور مفید اور ضروری ہوگا۔

حضرات! آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا ہے ہم جو کچھ بھی ترقی حاصل کرتے ہیں وہ اس طرح کہ کسی بڑے رحیم و کریم کا وسیع فضل ہماری دستگیری اور رہنمائی فرمائے ورنہ ہم کچھ نہیں کر سکتے اگر چہ انسانی زندگانی کا شروع حصہ ضرور ایسا ہے کہ اس وقت کے لحاظ سے انسان کو عرفاً معصوم کہنا کوئی نازیبا بات قرار نہیں پا سکتی مگر جیوں جیوں نمو کو ترقی شروع ہوئی انسان کو دنیا سے دنیا کو انسان سے سابقہ پڑا وہی معصوم انسان کیا کچھ نہیں کر گزرتا۔ وہی صاف اور ستھرا دل جس میں کسی قسم کا دھبہ یا میل کا نام نہ تھا جس میں قدرتی انوار کی جلوہ گاہ بننے کی قابلیت ودیعت کی گئی تھی، نفسانی خواہشیں اس کا ایسا کایا پلٹ کر دیتی ہیں کہ معاملہ بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔

حضرات! خوب یاد رکھنے کی بات ہے کہ اگر ہمارے ساتھ کامل رافت ورحمت کا برتاؤ نہ کیا جاتا، کسی ہمارے کامل خیر خواہ کو ہمارے ساتھ قوی ہمدردی نہ ہوتی تو حشرات الارض کی مد سے زیادہ ہم اور کسی شمار وقطار میں نہیں آ سکتے تھے بلکہ عقل سلیم شہادت دیتی ہے کہ ہمارا پارا ان سے بھی کئی نمبر گھٹ جاتا۔ بہت صحیح اور سچا ارشاد ہے کہ **اذا صلح القلب صلح الجسد كله واذا فسد القلب فسد الجسد كله.**

حاکم کہو، بادشاہ کہو، اصل کہو کچھ بھی ٹھہراؤ انسان کے بدن میں جو ایک چیز ہے وہ یہی

صنوبری الشکل ہے اس عالم کون وفساد میں سارا بکھیڑا اس کی صلاح وفساد کا ہے ہاں اب ذرا گوش ہوش سے سننے کی بات ہے کہ اگر آفتاب نبوت نے اپنی صاف وشفاف، چمکدار شعاعوں کے فیض سے کچھ مستفیض فرما کر اس بے قدر ذرہ کو رشک ماہتاب بنا دیا تو یقین کر لیجیے کہ اب آپ کا جینا بھی کام کا اور مرنا بھی کام کا، یہی وہ نور تاباں ہے جس کی ہدایت سے انسان کو قدرتی احکام پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ یہی وہ نور ہے جس کی روشنی میں قدرتی افعال کی معرفت آسان ہو جائے۔ اسی نور کی بدولت انسان خدا تک پہنچ جاتا ہے اور اسی نور کو علم کہتے ہیں اور یہی علم کی سچی حقیقت ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اپنے مفہوم میں عقل کے مفہوم سے مغائر وممتاز اور اس کو عقل پر فوقیت حاصل ہے کہ جس قوت کے ذریعہ سے انسان اپنی دنیاوی برائی بھلائی، کھرے کھوٹے میں امتیاز کر سکے اس قوت کو عقل کہتے ہیں اور یہ وہ قوت ہے جس کو ایک خاص فریق کے ساتھ خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اس قوت میں مومن وکافر دونوں برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ امور دنیاوی میں جس طرح ایک پکا مسلمان مفید اسباب کی تحصیل اور مضر اسباب سے احتراز کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک قاسی القلب کافر اپنے نفع ونقصان پر کافی غور کرنے سے معذور نہیں۔ البتہ وہ خاص عقل جو معادی صلاح وفساد کی متلاشی ہو یہ قوت بالاستقلال وبالاختصاص صرف مسلمانوں کو دی گئی ہے اور یہی وہ عقل ہے جس کو علم کے ساتھ تلازم کی نسبت حاصل ہے۔ یہی وہ عقل ہے جس کا سینہ نور ہدایت سے تاباں اور جس کی آنکھ کحل الجواہر شریعت سے مکمل۔ پس یاد رکھئے! کہ جو عقل مسلمانوں کے ساتھ محدود ومخصوص ہے اس کو عقل ہدایت یا عقل معاد کہتے ہیں اور جس میں مسلمان اور کافر دونوں شریک ہیں اس کو عقل معاش کہتے ہیں۔ لیکن ایک ضروری امر اور قابل لحاظ ہے کہ اگرچہ عقل معاش اور عقل معاد دونوں مرد کامل الایمان طالب حق کے پاس موجود ہیں اور ہر ایک قوت محتاج الیہا ہے لیکن عقل معاد مقدم اور عقل معاش اسکی تابع، عقل معاد حاکم عقل معاش محکوم، عقل معاد غالب عقل معاش مغلوب، عقل معاش کی وقعت

اس کا وقار اسی حد تک ہے کہ عقل معاد بھی اس کی موافقت و ہم زبانی کرے ورنہ جہاں عقل معاد اور عقل معاش کے متقضا میں اختلاف واقع ہوا، اہل حق عقل معاش کو نظروں سے گرا دیتے ہیں۔ یہی وجہ تو ہے کہ ابناء دنیا اہل حق کو بھدّے اور محدود خیال کا آدمی، لکیر کا فقیر، مسجد و حجروں میں بیٹھنے والے، نشیب و فراز سے ناواقف، ضرورت زمانہ سے بے خبر وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ ان سب مترادف اور قریب المعنی الفاظ کے استعمال سے اہل حق کی کم عقلی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے مگر ہائے سمجھ کا پھیر۔ اپنی ناسمجھی کو نہ سمجھے کہ حضرات اہل حق سوائے عقل معاش کے ایک اور عقل بھی رکھتے ہیں جس کے ذریعہ سے عقل معاش کی رسائی کا حسن و قبح ان پر مخفی نہیں رہ سکتا۔ ہاں اہل حق کے پاس ضرور ایسی عقل بھی ہے جس سے وہ ابنائے دنیا محروم رکھے گئے ہیں جس کے ہوتے ہوئے وقتی مصلحتیں ان کو جادۂ مستقیم سے پھیر دیں یہ ناممکن۔ جس کی برکت سے بلحاظ ضرورت زمانہ اپنے دینی ضروریات کی مٹی وہ نہیں خراب کر سکتے۔

حضرات! معاف فرمایئے کہ میں اپنی جگہ سے دور چلا گیا تاہم مطلب سے بالکل بیگانہ بات شاید آپ کے کان تک نہ پہنچی ہو۔ ہاں علم کی تعریف جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی اس اعتبار سے محققین نے علم کی تین قسمیں کی ہیں۔

برادران من! آپ کو معلوم ہو چکا کہ جس قوت یا نور کے ذریعہ سے مسلمان کی رسائی دربار احدیت میں ہو جائے یا افعال الٰہیہ کی معرفت حاصل ہو یا احکام الٰہیہ کی اطلاع ہو اس کو علم کہتے ہیں پس اس تقسیم میں آپ کو کوئی کلام نہیں ہو سکتا پہلی قسم کے علم کو علم توحید کہتے ہیں چنانچہ خود ارشاد مقدس ہے **فاعلم انه لا اله الا هو** ترجمہ: جان لیجئے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔

اور دوسرے علم کا نام علم معرفت افعال الٰہیہ ہے قدرت کے افعال یعنی پیدا کرنا، معدوم کرنا، مارنا، جلانا، حشر، نشر، ثواب، عقاب دربار تقرب میں باریابی کی گنجائش دینا۔

آپ سے دور اور بہت دور کر دینا وغیرہ وغیرہ کی معرفت کا نام علم معرفت افعال یا معرفت صفات ہے۔ تیسرے علم کو علم احکام شریعت کہتے ہیں یعنی شریعت کے اوامر ونواہی پر مطلع ہونا، ان تینوں علوم کے جاننے والوں کی شانیں بھی الگ الگ ہیں اور ہر ایک کے نام بھی جدا جدا ہیں صاحب علم توحید کو علمائے ربانی کہتے ہیں اور عالم صفات الٰہیہ کو عالم اخروی اور عالم احکام کو عالم دنیوی سے تعبیر کرتے ہیں۔ علماء ربانی کو چونکہ بوجہ اتم ایقان توحیدی حاصل ہے لہٰذا وہ آخرت اور افعال خداوندی پر بھی **کما ینبغی** ایمان رکھتے ہیں اور نیز احکام شریعت کے آگے بھی سر تسلیم جھکائے ہوئے ہوتے ہیں اور ان ہی کو صوفی بھی کہتے ہیں۔ علمائے اخروی آخرت کی معرفت رکھنے کے ساتھ ان احکام شریعت سے بھی کافی حصہ لئے ہوئے ہیں جو کسی وقت میں مفروغ عنہا (جن سے فراغت پالی جائے) قرار نہیں پا سکتے اور نیز ان احکام کو جاننے کے بعد ان پر عمل کرنے میں بھی نہایت مستعدی کے ساتھ مشغول ہیں اور ان کو ابرار بھی کہتے ہیں۔ علماء دنیوی کو بجز اپنے علم خاص کے اور دوسری نعمت سے کچھ بھی حصہ نہیں۔ جو جانتے ہیں ان پر بھی عمل نہیں کرتے۔ ان ہی کا یہ حال ہے کہ نامشروع جلسوں سے ان کو اجتناب نہیں۔ ان ہی کا زہریلا اثر ان کے جلیس وانیس میں بہت جلد سرایت کر جاتا ہے وہی اپنے ساتھ اوروں کو بھی لے ڈوبتے ہیں۔ ان ہی کی صحبت سے اجتناب لازمی وضروری بتایا گیا ہے۔ ان ہی کو علماء سو کہتے ہیں۔

حضرات! خوب سمجھ لیجیے کہ جس طرح عالم ربانی اور عالم اخروی کی قدر ومنزلت خدا کے دربار میں بہت عظیم ہے اسی طرح علماء سو سے زیادہ اور کوئی راندۂ درگاہ نہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی اس امر صریحی پر دلالت کرتی ہے **ان خیر الخیر خیار العلماء وان شر الشر شرار العلماء** ترجمہ: بہترین خیر علماء ہیں اور بدترین شر علماء سو ہیں۔ اور اس میں یہ ہے کہ فی نفسہ علم کے مفید ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی چیز بھی علم سے زیادہ فائدہ مند نہیں ہوسکتی مگر اسی وقت کہ نیت خیر ہو محض خالصاً لِلّٰہ حاصل کیا جائے۔ اسی طرح علم سے

زیادہ اور دوسری چیز کامل نقصان رساں اور مضرت انگیز بھی متصور نہیں ہوسکتی اور یہ اس حالت میں کہ اس سے زیادہ دنیا طلبی مقصود ہو بقول شخصے "کہ جیسی نیت ویسا پھل" کیونکہ عظیم المنافع اور کثیر الفوائد چیز مضرت بھی سخت پہنچاتی ہے۔ میں اس مطلب کو ایک نہات موٹی مثال کے ساتھ آپ کے ذہن نشیں کئے دیتا ہوں آپ خیال کیجئے کہ غذا کی صفت صدیق القوۃ ایسی نہیں جس کو کوئی معمولی خیال کا آدمی بھی نہ تسلیم کرلے **یصلح لان یصیر جزء من عضو** اسکی حقیقت میں داخل، شہری یا دیہاتی، پڑھا لکھا یا جاہل، کندۂ ناتراش ہی کیوں نہ ہو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ زندگانی کا سہارا ان ہی دو روٹیوں پر ہے۔ بغیر غذا کے انسان کی زندگی محال، بدل ما یتحلل اور تنمیہ کی صلاحیت صرف غذا میں رکھی گئی ہے لیکن غذا کا یہ ضروری اور عمدہ اثر ان ہی صحیح المزاج اشخاص پر مترتب ہوسکتا ہے جن کی ہیئت ترکیبیہ علی کمالہا ہے جن کا مزاج اعتدالی حالت سے خارج نہ ہو۔ معدہ وغیرہ میں اخلاط فاسدہ ممتلی نہ ہوں۔ ان اسباب کے ساتھ غذا اپنا عمدہ اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتی طاقت بھی دے گی، بدل ما یتحلل بھی ہوگا اور اس حالت میں کہ مزاج اعتدالی حالت پر واقع نہیں اخلاط ردیہ بدن میں مجتمع ہیں وہی غذا نہ فقط اشتداد مرض کا سبب ہو جائے گی بلکہ اس کا کام ہلاک کر دینا ہے پس ہو بہو علم کا بھی یہی حال ہے کہ فی نفسہ علم ضرور روحانی نافع غذا ہے۔ حالات قلبیہ، اخلاق نفوس کی اصلاح و تربیت تزکیہ و تنمیہ کا قوی سبب مگر اس کے آثار و نتائج کا ظہور اس وقت ہوسکتا ہے کہ قلب متعلم کا مزاج نہایت استقامت و خلوص کے ساتھ بارگاہ قدرت سے لو لگائے رہے اس کے اجزاء وجود میں حسد، غرور، خود بینی، دنیاوی محبت، ہوا و ہوس وغیرہ اخلاط ردیہ نہ جمع ہوں۔ ایسی حالت میں بے شمار قدرتی نعمتیں ہمارے صدقے ہوں گی۔ ہم پر کسی طرح کا کوئی نقصان عائد نہیں ہوسکتا، سراسر نفع ہی نفع ہے۔ ورنہ جس حالت میں کہ دل کا مزاج بگڑا ہوا ہے دل محبت دنیا سے خالی نہیں اس وقت یہی علم نقصان اور سخت نقصان پہنچانے میں کوئی کسر بھی باقی نہیں رکھتا۔ یہی علم ازمان مرض و

مرور ایام پر ورطۂ ہلاکت میں پہنچا کر مانع نجات ہو جاتا ہے۔

حضرات! میں یقین کرتا ہوں کہ اس توضیح کے بعد میرے معروضہ کے قبول میں آپ کو شک وشبہ باقی نہ رہا ہوگا۔اب علم نافع اور علم مضر کی شناخت حاصل ہونے کا طریقہ ضرور دریافت کر لینا چاہیے اگر علم سیکھنے کے بعد دل میں خوف الٰہی، مسکینی، غربت، تقویٰ زیادہ ہو جائے، اپنے آپ کو سب سے زیادہ حقیر و ذلیل سمجھے، شوق کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھے، دست طلب اور زیادہ پھیل جائیں تو سمجھ لیجیے کہ یہ علم ضرور نافع ہے اگر علم سیکھنے کے بعد غرور، تفاخر، امراء کی حاضر باشی، بڑے لوگوں کی دربارداری، دنیا طلبی پیچھا کرے تو یقین کیجیے کہ یہ علم مضرت رساں ہے **حفظنا الله عن الأفات بحرمة سيدالسادات.**

حضرات! اگر زیادہ پختگی منظور ہے تو میرے اس بیان کی تصدیق میں ایک حدیث نبوی بھی سن لیجیے...... **من طلب العلم للّٰه لم يصب منه بابا الا از داد به فی نفسه ذلا وفی الناس توضعا وفی اللّٰه خوفا وفی الدين اجتهادا فذالک الذی ينتفع بالعلم فليتعلمه ومن طلب العلم للدنيا والمنزلة عندالناس والخطوة عندالسلطان لم يصب منه بابا الا ازداد فی نفسه عظمة وعلى الناس استطالة وباللّٰه اغتراراً وفی الدنيا جفاء فذلک الذی لاينتفع بالعلم فليكف وليمسک عن الحجة علی نفسه والندامة والخزی يوم القيامة.**

ترجمہ: جس نے اللہ کی رضا کے لئے علم طلب کیا اور جب بھی علم کے باب سے اسے کچھ عطا ہو تو اس کے نفس میں عاجزی وانکساری کے وصف کا اضافہ ہو تواضع، خوف الٰہی، دین کے واسطے کوشش کرنے میں اضافہ وترقی ہو تو یہ علم نافع ہے تو اسے حاصل کرنا چاہیے اور جس نے دنیا اور لوگوں کے نزدیک عظیم المرتبت بننے نیز بادشاہ وسلطان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے علم طلب کیا اور جب بھی اسے باب علم سے کوئی چیز ملتی ہے تو اس کے نفس میں تکبر، غرور، اللہ کی نافرمانی، ظلم و جفا میں اضافہ ہوتا ہے تو یہی علم مضرت ہے لہٰذا ایسا شخص علم سے

باز رہے ورنہ بروز قیامت یہ علم اس کے لئے ذلت و رسوائی، ندامت و پشیمانی اور اس پر حجت بنے گا۔

حضرات! ایک مفید بات اور گوش گزار کر دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ کہ وہی شخص علم سے کافی متمتع ہوسکتا ہے جو نصوص صریحہ کو اپنا دستورالعمل بنالے، حیلوں کا سہارا آسرا نہ دیکھے ورنہ ساری خداداد دولت برباد ہو جائے گی۔ برادران من! اس بیان کے بعد آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ علم کا ماخذ بجز ذات بابرکات جناب سیدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کوئی دوسرا نہیں قرار پاسکتا۔ علوم ظاہری میں جو آب و تاب ہے اسی کو ہر شب چراغ نبوت کا ایک ادنیٰ پرتو ہے علوم باطنی میں جو قدرتی انوار اپنا جلوۂ جمال جہاں آرا دکھاتے ہیں یہ اسی آفتاب نبوت کا فیض ہے۔ اولین وآخرین کے تمام علوم کو یک جا کرنے کے بعد موازنہ کیجئے تب بھی بداھۃً یہ امر ظاہر ہوگا کہ اس عالم **علمک مالم تکن تعلم** کے علوم کے سامنے اس سے زیادہ اور کوئی مناسبت نہیں جو قطرہ کو بحر ذخار سے حاصل ہوتا ہے۔ ہر ایک اپنی استعداد فطری کے بقدر اس استاذ ازلی سے مستفید ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا۔ علماء ظاہر نے علوم ظاہری کی تعلیم پائی۔ علمائے باطن نے باطن قرآن وحدیث کے فوائد حاصل کئے چنانچہ کس معجز بیانی کے ساتھ اس طرف اشارہ فرمایا جاتا ہے **انزل من السماء ماءً فسالت اودیۃ بقدرھا** یعنی آسمان قدرت سے انواع واقسام کی برکت والا پانی برسے جتنا برکت آمیز پانی جس وادی میں پہنچا ویسی ہی صفائی اس میں پیدا ہوئی جس طرح وادی و صحرا میں پانی کا بہاؤ خس وخاشاک کو باقی نہیں رکھتا۔ اسی طرح یہ آسمانی نور غفلت وظلمت کا صفایا کر دیتا ہے۔ ہر قلب مومن میں جس قدر صلاحیت واستعداد تھی اسی قدر اس وسیع فیض سے متمتع ہوا کسی کو کم حصہ ملا کسی کو زائد۔ جو دل دنیاوی محبت سے پاک وصاف نہ تھے وہ ایک خاص علم کے سوا حقائق علوم سے بے خبر رہے۔ مفسر ہوئے، فقیہ کہلائے، محدث ٹھہرے اور جو قلوب صافیہ دنیا سے فارغ تھے ان کے وادئ قلب میں نامحدود وسعت دے دی گئی

کہ جملہ حقائق علوم کی سمائی ان میں دشوار نہ ٹھہری اور یہی وہ انفاس متبرکہ ہیں جن کو علماء ربانی کہتے ہیں یہی تو وہ ہیں کہ علوم ظاہر سے بھی بے بہرہ نہ ہوکر حقیقۃ العلوم کے عالم ہیں اور اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جن کی تحصیل وتکمیل میں دنیاوی محبت مخل نہیں ہوسکتی بلکہ بسا اوقات ان کے اکتساب واشتغال میں اور زیادہ ممد ومعاون ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بغیر محنت شاقہ کے وہ علوم حاصل ہو جائیں یہ تو معلوم ہے اور محنت اٹھانے مصیبت میں پڑنے سے بھی انسان جان چراتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی نفس قدر ومنزلت کا بھی خواہاں ہے اور وہ بغیر حصول علم کے ناممکن لہٰذا یہ دنیاوی محبت خواہ مخواہ تحصیل وتکمیل علوم کی طرف متوجہ کردیتی ہے کہ کوئی تکلیف نہیں معلوم ہوتی پہاڑ سی راتوں کو جاگ جاگ کر سویرا کردینا، سفر کی دردناک مصیبتیں جھیلنا، فقر وفاقہ کی تنگی وغیرہ وغیرہ یہ سب تکلیفیں انسان گوارا کر کے علم حاصل کرتا ہے پس آپ بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ اس مشقت کی برداشت کا سبب، اس تحصیل وتکمیل علوم کی علت نمائی بجز دنیاوی محبت کے اور کوئی نہیں لیکن علماء ربانی کے علوم اور دنیوی محبت یکجا ہوسکیں ایں خیال است ومحال ست وجنوں کہ یہ عالی قدر علوم تو جب حاصل ہوں گے کہ دنیاوی محبت کا کہیں کوسوں پتہ نہ ہو۔

حضرات! یاد رکھنے کی بات ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ جن کو بعد از انبیاء سب پر تقدم وشرف حاصل ہے اس تقدم وشرف کا منشاء کیا علم کلام کی مہارت تھی یا فقہی تبحر تھا، فتوی نویسی میں مشاق تھے یا کسی دوسرے فنون میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا؟ جس علم نے ان کو اس فضیلت کی معراج پر پہنچا دیا وہ یہی علم آخرت وعلم حقیقت تھا چنانچہ استاذ شفیق ہادی طریق صلی اللہ علیہ وسلم کی صریحی تعلیمات اس کی شاہد ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرت صوم وصلوٰۃ یا فتوی نویسی وغیرہ وغیرہ وجوہ کی بنا پر بعد از انبیاء سب سے افضل نہیں ٹھہرائے گئے بلکہ افضلیت کی علت **شی وقر فی صدرہ** بتائی گئی پس وہی سر مکنون اور جوہر نفیس ایسی چیز ہے جس کے ہونے اور نہ ہونے کمی وزیادتی

پر ترقی وتنزل کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک محقق (یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: **مات تسعة اعشار العلم** یعنی آج نو حصے علم مر گیا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت ہم آپ کی تکذیب تو نہیں کر سکتے مگر ہماری عقول تو ادراک مطلب سے ضرور قاصر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ عمر کی وفات سے نو حصہ علم مر گیا حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابی آنحضرت ﷺ کے دیکھنے والے صاحب علم صاحب فہم وفراست موجود ہیں۔ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نہ ہونے سے ہم کیونکر آپ کے قول کی تصدیق کر سکتے ہیں اس محقق کامل نے جواب دیا کہ شاید تم علم سے علم احکام سمجھے اور تمہارے شک کا بھی منشا یہی ہوا، نہیں نہیں میری مراد یہ نہیں ہے میری غرض علم سے وہی علم ہے جو خدا تک پہنچا دے یعنی علم حقیقت۔

میرے پیارے بھائیو! کیا اب بھی آپ کو اس امر کی حقیقت میں کوئی شک وشبہ باقی رہا کہ جو علم فیضان آفتاب نبوت سے درخشاں نہ ہوگا حقیقت حال کے لحاظ سے اس پر علم کا اطلاق صحیح نہیں ہوسکتا۔ آپ خوب غور کیجیے کہ ملت بیضاء احمدیہ وشریعت غرّاء محمدیہ اس شاہراہ صراط مستقیم کا نام ہے کہ بادشاہ دو جہاں مالک زمین وآسمان ہادی شاہراہ یقین رہنمائے سرگشتگان بادیہ ظن وتخمین نے اپنی بے شمار اولیاء وعلماء، صلحاء واتقیاء کی فوج ولشکر کو اسی صاف اور سیدھے راستہ سے ملک یقین تک فائز فرمایا ہے اور ان نورانی قدوم کے نشان ہنوز ناپید نہیں ہو چکے۔ اندھیری رات میں ایسے چمکتے ہیں جیسے روز روشن میں آفتاب۔ اگر پیش روندگان کے قدم بقدم چلے جاؤ تو راہ میں نہ کوئی فلسفی کھائی، خندق سدّ راہ ہوسکتی ہے، نہ شکوک کے کانٹے، شبہات کے پتھر تمہاری منزل کھوٹی کر سکتے ہیں، ہر پیچیدہ مقام ہر دوراہ پر منزل مقصود کا ٹھیک پتہ دینے والے نشانات قائم ملیں گے۔ ہر ہر منزل پر قومی پہرہ اور چوکی کا کافی انتظام ہے، کیا مقدور جو تمہارے نقد ایمان پر کوئی ڈاکو، کوئی رہزن ہاتھ ڈال سکے اگر کوئی بادیہ گرد بوالہوس نئے خیال کا آدمی یوں اغوا کرے کہ ''ارے میاں تم نے بھی

کہاں سنی سنائی بن دیکھی باتوں پر وثوق کرلیا تم بھی کن تقلید پسند طبیعتوں کی باتوں میں آ گئے، اجی ادھر تو اختلاف ونزاع مذہبی کا گھپ اندھیرا چھایا ہوا ہے وعید شدید مداہنت وغیرہ کے مہیب اور ڈراؤنے جنگل حائل ہیں۔ ترک محبت ومجالست مذاہب مختلفہ کے بڑے بڑے عمیق غار ملیں گے، جی چاہی من مانی نعمتیں وہاں ملنا محال، راہ راست وہ ہرگز نہیں ہے جس کو تم نے مان لیا ہے، آؤ ادھر آؤ میرے پیچھے ہولو میں تم کو ان سب دقتوں سے بچائے ہوئے ایک اور قریب راستہ سے یکجہتی ویگانگت، اتحاد واتفاق قومی کے ٹھنڈے ٹھنڈے سایہ میں ترقی وتمدن کی ہوا کھلاتا ہوا منزل مقصود تک پہنچا دوں گا'' تو زنہار، زنہار خبردار! اس کی بات پر اعتماد نہ کرنا، وہ ہرگز تمہارا خیر خواہ وخیر طلب نہیں ہوسکتا اگر خدانخواستہ تم اس کے ساتھ ہولئے تو جس قدر آگے بڑھو گے جہالت کا غبار **محجوبی عن الحق** کی ظلمت زیادہ بڑھتی جائے گی واہی تباہی تاویلوں کی پیچیدگیاں اور زیادہ دشوار گزار ہو جائیں گی اصل منزل مقصود تک پہنچانے سے غرض کس کو، یہی سبز باغ دکھا کر تمہارے دین وایمان کا خون کئے بغیر اپنے مہلک چنگل سے صحیح وسالم زندہ تم کو نہ چھوڑے گا۔ اے میرے پیارے بھائیو! ایسے ہی رہزن، ایسے ہی لٹیرے، ایسے ہی ڈاکو کو مبتدع کہتے ہیں اور خاص خاص مواقع پر نیچری، غیر مقلد، ندوی وغیرہ الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ خیر ڈاکو کہیے، لٹیرا کہیے، ٹھگ کہیے، چور کہیے، مبتدع کہیے کسی اور لقب سے یاد کیجیے، یہی وہ گروہ ہے کہ بظاہر مسلمانوں کی خیرخواہی اصلاح اہل اسلام کے مدعی اور دل میں اسلام واہل اسلام کے ساتھ غضب کی عداوت بھری ہوئی، صورت دیکھئے تو جبہ پہنے، عمامہ باندھے ہوئے شہرت یہ کہ محدث مفسر بڑے بھاری مقرر، اونچے پایہ کے حقانی واعظ، ناظم دین، مفتی شرع متین، ارشادات سنئے تو یہ کہ حضرت سلامت وقت دیکھئے زمانہ کی ضرورت پر لحاظ کیجیے، بقول شخصے کہ مرغی کی ایک ٹانگ، قدیمی جادہ سے سرک جانے میں کون سا گناہ عظیم ہے لکیر کا فقیر بنے رہنے سے کیا حاصل، جنت ودوزخ، حشر ونشر، عتاب وثواب، ملاؤں کے ڈھکوسلے

ہیں۔قطعیات مشہور کچھ بھی نہیں۔مذہبی قیود کی کوئی ایسی چیز نہیں جس کے نہ ہونے پر کوئی تاسف ہوسکے۔ہاں مذہبی قیود ضرور مانع ترقی اور اصلاح قومی کی مخل ہیں سب کو یکساں خدا کا مقبول سمجھو سب کلمہ گوکلمہ کے شریک آپس میں بھائی ہیں،کوئی مذہب والا کیوں نہ ہو خدا کے یہاں سب ایک قدر ومنزلت کے ہیں **الی غیر ذلک**۔

اے معزز حضرات!یوں تو یہ گروہ ہر جاہل مسلمان کا بدخواہ اور مضرت کا خواہاں ہے مگر بالخصوص علماء ومشائخ ربانی کے ساتھ غیر محدود خصومت رکھتا ہے ان کی ایذا رسانی انکی تحقیر کے لئے مشورے کئے جاتے ہیں خاص انتظامی جلسوں میں طرق ایذا رسانی پر بحث ہوتی ہے اگرچہ بمصداق **من حفر بیرا لاخیه فقد وقع فیه** خود ہی خائب وخاسر ہوتے ہیں۔ہزاروں کے مجمع میں خفت اٹھاتے ہیں مگر پھر بھی اپنی کجروی سے باز نہیں آتے۔

برادران من!اگر آپ تھوڑا غور کریں تو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ مبتدعین زمانہ کا علماء کرام ومشائخ عظام کے ساتھ خصومت رکھنا کوئی غیر متوقع خیال نہیں ہوسکتا کہ ان حضرات کے نور علمی کے سامنے اشرار کی نار ضلالت تیز نہیں ہوسکتی۔ہاں ہاں علماء ربانی آسمان شریعت کے روشن تارے ہیں،علماء ربانی کے سوا ایسا اور کون ہے جس کے دم قدم سے شیاطین الانس کی روک ٹوک ہو سکے۔ممکن نہیں کہ علماء ربانی کے ہوتے ہوئے شیاطین الانس کا تصرف آسمان شریعت پر ہو سکے۔ان ہی کی تحقیق شہاب ثاقب کی طرح مکاید شیطانیہ کے رجم و قذف میں کافی طور پر آٹھ پہر سرگرم رہتی ہے۔

پیارے بھائیو!خوب غور سے سنو اور یاد رکھو کہ ان قطاع الطریق کو ذرا پاؤں ٹیکنے کا ملنا چاہیے پھر تو یہ وہ بلائے بے درماں ہیں کہ کیا امکان جو ان کا وار خالی جائے۔انسانی قلوب میں جو فطرتی طور پر صفائی و پاکیزگی حاصل ہے اس کو میٹ دینا ان کی صحبت کا پہلا کام ہے اسلامی زرہ پہن کر تائید اسلام اصلاح مسلمین کی آڑ میں اغواء وتضلیل کے تیر دین وملت پر چلانا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔پھر ایسوں کی صحبت سے پرہیز نہ کرنا اگر

دیدۂ ودانستہ چاہِ غوایت (گمراہی کے کنواں) میں گرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ بھائیوں ذرا سوچو سمجھو کہ اگر ان مبتدعین دجّالین کی متعدی شر کا دفع قدرت کا پسندیدہ کام نہ ہوتا تو خدا کے وہ مقبول بندے جنھوں نے اپنے نفس کے لیے کسی بدخواہ، جانی دشمن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اپنے مجاہدات ومشاہدات پر ہرگز انکے ردوطرد کو ترجیح نہ دیتے۔ وہ بے نفس اور مٹیلی طبیعتیں جو سخت اذیت اٹھانے پر بھی مخالف کو تو کہیں مگر ان قطاع الطریق کے مقابلہ میں کشتنی، سوختنی گردن زدنی، تحریر، تقریر کسی کوشش کو نہ اٹھا رکھیں، بھائیو! ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج نہیں ورنہ محمد رسول اللہ روحنا فداہ وصلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والا اور اصحاب عظام واہل بیت کرام کی محبت کا دعویٰ کرنے والا ان کی پیروی سے انکار کرے حاشا ثم حاشا۔

یہ دو باتیں یکجا جمع ہوسکیں ہرگز نہیں، اگر مدافعت مبتدعین، ان قطاع الطریق کا اقرار واقعی تدارک ضروری نہ ہوتا تو محمد رسول اللہ کو دیکھنے والے ہرگز ایسا نہ کر سکتے تھے۔ جن مبارک اور خوش نصیب آنکھوں سے وہ آئینہ جمال احدیت دیکھا تھا ان نورانی آنکھوں میں جب تک اس کارخیر کی پوری وقعت وعظمت ثابت نہ ہوئی اس وقت تک ہرگز ایسا نہیں کیا ہے اور ان ہی کی پیروی ان کے بعد کے علماء ربانی نے فرمائی اور انشاء اللہ فرماتے رہیں گے۔ پس سمجھ لیجیے کہ جو علم کتاب وسنت کے موافق ہے یا اس کا ماخذ قرآن وحدیث ہے یا جس کے ذریعہ سے اسرار ومطالب قرآن وحدیث بآسانی سمجھ میں آسکیں وہی علم ہے باقی سب جہل مرکب۔

حضرات! اگرچہ آپ کا وقت میرے بیان میں بہت صرف ہوا مگر کام کی دو ایک باتیں اور سن لیجیے قطع نظر شواہد نقلیہ کے جو بعد کو ذکر کئے جائیں گے برہان عقلی کافی شہادت دیتا ہے کہ علم ایسی چیز ہے جس کے عمدہ اور بہتر ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔ یہ کون نہیں جانتا کہ دنیا ایسے کمزور اور ناپائیدار مکان کا نام ہے جس کی خرابی وبربادی میں کوئی گھڑی ساعت کی دیر ہے، دنیا عنقریب فنا ہوجانے والی چیز کا نام ہے۔ دنیاوی بھلائی یا برائی

پائدار کارآمد چیز نہیں قرار پاسکتی۔ نورانی دماغ دنیاوی عمدگی کو اصلی مقصود نہیں تصور کرسکتا اس کا مقصود ذاتی اخروی سعادت ہے یا یوں کہیے کہ دربار قدرت کا تقرب۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس شاہد مقصود کے وصال کا ذریعہ کیا ہے بداہۃً آپ کو کہنا پڑے گا کہ بغیر علم کے وہاں تک رسائی غیر متصور اور نہ بغیر اس توسط کے وہاں کسی کی کچھ پرسش ہوسکے کہ

بے علم نتواں خدارا شناخت

علم کے بغیر خدا کی معرفت نہیں ہوسکتی، پس جب سعادت ابدی اخروی سے زیادہ اور کوئی چیز عمدہ ثابت نہیں اور بغیر علم کی رہنمائی کے سعادت عظمٰی کا حصول ناممکن پس اس سعادت کی اصل یہی قرار پائی اور وہی ایسی چیز ٹھہری جس کو سب سے اچھا کہتے ہیں۔ یا یوں کہیے کہ ہر شے کی فضیلت اس کے آثار وثمرات پر غور کرنے سے بخوبی ذہن نشین ہوسکتی ہے۔ اب ذرا علم کے دینی ثمرات ونتائج اور دنیاوی فوائد ومنافع پر ایک نظر ڈالئے اگر دینی ثمرات کا لحاظ آپ کریں گے تو اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ مٹی کا پتلا ملاء اعلیٰ پر فوق لے جائے تو اس سے زیادہ اور کون سی ترقی ہوسکتی ہے کہ بارگاہ احدیت میں باریابی ہوگئی۔ دنیاوی اعتبار سے دیکھئے کہ وہی دو ہاتھ وہی دو پاؤں وہی دو آنکھیں مگر جس طرف گزر ہوا ہر شخص تعظیم وتوقیر کے لئے مستعد، ٹوٹی جوتیاں پھٹی ہوئی لنگی کے ساتھ ہزاروں جانیں ایسی گرویدہ ہیں کہ جہاں پسینہ گرے وہاں خون بہادیں، گھر میں بوریا نہیں مگر بادشاہوں پر احکام نافذ۔

اب ایک اجمالی نظر نقلی شواہد پر بھی ضروری ہے......

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشادات صحابہ کرام وغیرہ اگرچہ بکثرت پیش نظر ہیں مگر وقت کی مناسبت سے اسی قدر پر کفایت کی جائے گی کہ جس سے کامل تسکین ہوسکے اور معزز ناظرین کی طبیعت پر گراں نہ گزرے، قرآن مجید کی یہ آیت ملاحظہ ہو:

یرفع اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور اہل علم کے درجات بلند و بالا فرماتا ہے۔

دوسری آیت دیکھئے......

قل کفی باللّٰہ شھیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب

تیسری آیت بھی کلام پاک کی معائنہ فرمائیے......

ولقد جئنٰھم بکتٰب فصلنہ علی علم

ترجمہ: اور بیشک ہم نے انہیں ایک کتاب دی جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مفصل کیا

چوتھی آیت پر بھی نظر ڈالیے......

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون

ترجمہ: آپ فرما دیجئے اہل علم اور بے علم برابر و یکساں نہیں۔

پانچویں آیت کریمہ تلاوت کیجیے......

وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الاالعالمون

ترجمہ: یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور اس کو اہل علم جانتے ہیں۔

چھٹی آیت معظّمہ کو پڑھئے......

شھد اللّٰہ انہ لا الہ الا ھو والملٰئکۃ والوا العلم قائماً بالقسط

ترجمہ: اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں فرشتے اور علم والے۔

ساتویں آیت شریفہ کا بھی مطالعہ کیجیے......

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء

ترجمہ: اللہ سے اہل علم ہی ڈرتے ہیں۔

اب بطور مشتے نمونہ از خروارے چند احادیث کریمہ پر بھی نظر ڈالتے جائیے ارشاد ہوتا ہے

العلماء ورثۃ الانبیاء

ترجمہ: علماء انبیاء کی میراث کے وارث ہیں۔

برادران من! ذرا غور کیجیے کہ بجز الوہیت کے اور جتنے مراتب ہیں وہ سب مرتبۂ نبوت سے فروتر ہیں تمام اہل سنت کا اجماعی وقطعی مسئلہ ہے کہ غیر نبی نبی کے مرتبہ کونہیں پہنچ سکتا کوئی کیوں نہ ہو جوکوئی اس عقیدہ کی مخالفت رکھتا ہے وہ ہرگز وسیع دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہ سکتا۔ حضرات آپ کو شاید کچھ حیرت پیدا ہوئی ہو کہ ایسا کون اوندھی عقل والا ہے جو اس عقیدۂ حقہ کا مخالف ہوگا ہاں تعجب آپ کا بجا ہے مگر آپ کو خبر نہیں کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ آئے دن نئے فتنے پیدا ہوتے ہیں دین و مذہب میں رخنہ اندازی کا شوق جہالت پسند طبائع میں پیدا ہوتا ہے لیجئے اس کی تفصیل بھی نہایت مختصر الفاظ میں سن لیجیے فرقۂ تفضیلیہ کوتو آپ خوب جانتے اور پہچانتے ہیں مگر زمانہ میں جو آج کل ترقی کی ہوا چل رہی ہے وہ کیونکر اس سے مستفید نہ ہوتے۔ بعض مشائخ جن کو نہ نماز سے مطلب نہ روزہ سے کچھ سروکار، نہ حلال سے شوق نہ حرام سے اجتناب، سڑی بسی شاعری پر تمام سلوک کا دارومدار، نہ شریعت سے کچھ لگاؤ نہ طریقت کا مذاق، ان بے قید آزاد منش عیاروں نے روافض کی دلداری کے لئے یہ نیا شگوفہ ایجاد کیا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سب نبیوں سے افضل ہیں اب حضرات شیخین کس شمار وقطار میں ہیں وہ تو ابراہیم خلیل سے بھی زیادہ قدر ومنزلت والے ہیں و لا **حول و لاقوۃ الا باللّٰہ۔**

ہاں اصل حدیث کا اب مطلب سنیے کہ مرتبۂ نبوت سب مراتب سے مقدم سب سے اشرف واعلیٰ ہے اور جب مرتبۂ نبوت سب مراتب سے مقدم ہوا تو شرف وراثت بھی لا محالہ اور شرف پر فوقیت رکھے گا نیز ارشاد مقدس ہے:

یوزن یوم القیامة مداد العلما بدم الشهداء یعنی قیامت کے دن شہیدوں کے خون اور علماء کے لکھنے کی سیاہی ایک حیثیت ایک منزلت کے ٹھہریں گے۔

نیز حدیث شریف ہے کہ:

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی یعنی عالم

کو عابد پر وہ فضیلت حاصل ہے جو مجھ کو تم میں ادنیٰ شخص پر فضیلت ہے۔

دربار رسالت میں عرض کیا گیا کہ اعمال میں سب سے زیادہ کونسا عمل افضل ہے ارشاد ہوا **العلم باللہ عز و جل** یعنی علم ذات وصفات۔ پھر عرض کیا گیا کہ کونسا علم مراد ہے۔ بدستور سابق جواب مرحمت ہوا تب عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم عمل کے متعلق سوال کرتے ہیں حضور جواب میں علم کا حال بیان فرماتے ہیں، ارشاد ہوا **ان قلیل العمل ینفع مع العلم باللہ و ان کثیر العمل لاینفع مع الجھل باللہ** یعنی ہم تمہارے سوال کا مطلب بخوبی سمجھتے ہیں مگر تم یہ تو سمجھو کہ اگر تم کو ذات وصفات کا علم حاصل ہے تو تھوڑے اعمال حسنہ بھی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور اگر وہ علم حاصل نہیں تو اعمال رائگاں ہیں نیز ارشاد مقدس ہے **العالم امین اللہ فی الارض** یعنی عالم قدرت کی لازوال دولت کا خزانچی ہے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں......

العالم افضل من الصائم القائم المجاھد یعنی عالم کا مرتبہ اس شخص پر بہت کچھ زیادہ ہے جو تمام رات کھڑے کھڑے نماز میں گزار دے اور دن کو روزے رکھے اور جہاد کرے۔

حضرت ابن مبارک علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ **من الناس** یعنی آدمی کون ہے؟ ارشاد فرمایا "**العلماء**"

حضرات! اب میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ و اقوال صحابہ میں جس علم اور جن ارباب علم کے مناقب جلیلہ بیان ہوئے ہیں کیا ان کا مصداق مبتدعین زمانہ بھی ہو سکتے ہیں اگر تھوڑی دیر کے لئے بفرض محال ایسا خیال کر لیا جائے کہ ہاں بھئی شامل ہیں تو آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کا ایک بڑا حصہ قریب قریب مہمل یا غلط تسلیم کرنا لازمی وضروری ہے۔ ہاں ہاں ضروری ہے کہ ایسا خیال قائم کرنے کے ساتھ خدا کی صفات ہدایت وضلالت دونوں کا خاتمہ کر لیجیے۔

اے میرے مسلمان بھائیو! تم سب کو یقین ہے کہ موت کسی کو نہ چھوڑے گی۔ مبتدعین کو علماء کرام و حامئ دین اسلام ٹھہرانا کتنی بڑی دریدہ دہنی ہے کیا اس کو دین وملت سے برگشتگی نہ کہیں گے۔ کیا خدا اور سول پر کھلا ہوا افترانہیں ہے۔ **ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا.** کیا فیضان نبوت کی کمال گستاخی نہیں ہے کیا علم کی رفیع شان کا یہ ہتک نہیں ہے وہ علم جس کی نسبت آپ کو سمجھا دیا گیا کہ نور نبوت کی ایک پرتو کا نام ہے کیا اس کا استخفاف کوئی آسان امر ہے

یریدون ان لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون.

کافر لاکھ کوشش کریں کہ نور الٰہی کی چمکدار شعاعیں ماند پڑ جائیں مگر ان کا چاہا نہ ہوگا۔ وہ سدا آتش رشک وحسد میں جلتے رہیں، جو قدرتی طور پر مسلوب الحواس پیدا ہوئے ہیں یا دنیاوی ترقی، دنیاوی عروج، دنیاوی فروغ نے جن طبائع میں رعونت وحمق، تعریف پسندی کا مادہ پیدا کر دیا ہے وہ ضرور ایسے ناپاک خیال کو قبول کر سکتے ہیں۔

حضرات! اب آپ خود انصاف فرما سکتے ہیں کہ ایسے نامہذب خیال والے انسان کو اگر غیر محقق طبائع کسی تاویل کی پھیر پھار سے دائرۂ اسلام سے خارج نہ کریں، کافر نہ کہیں مگر ضلالت وکمال ضلالت میں ان کو بھی کلام نہیں ہوسکتا۔

برادران من! کفر کہو، ضلالت کہو، کفران نعمت کہو جو چاہو کہو کہ اس سے بڑھ کر اور کیا تخریب دین وایمان ہوگی کہ اصول اسلام کو لاشئ سمجھا جائے اصول اسلام کے منکر، ضروریات قطعیہ مذہب کے مخالفین کو ان آیات واحادیث کا مصداق ٹھہرا کر ان کو عالم دین سمجھ کر ان کی توقیر وتعظیم پر زور دیا جائے ان کی محبت فرض ٹھہرے **فنعوذ باللّٰہ من وساوس الشیطان.**

اگرچہ سلسلۂ سخن کسی قدر دراز ہوگیا مگر مجھ کو ایک ضروری امر عرض کر دینا اور باقی ہے وہ یہ کہ ارشاد نبوی ہے کہ **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة** اور نیز حکم ہوتا

ہے **اطلبوا العلم ولو کان بالصین**. ان کلمات طیبات کے جو معانی ظاہری ہیں وہ تو سب جانتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد وعورت پر علم کا سیکھنا فرض ہے اگر چہ چین تک مسافت طے کرنا پڑے تب بھی شوق کے پروں سے اڑو اور وہاں پہنچ کر علم سیکھو۔ مگر یہاں جو امر معرکتہ الآرا ہے وہ یہ ہے کہ جس علم کی تعلیم فرض بتائی گئی وہ کونسا علم ہے؟ حضرات! وقت قلیل ہے اور مطلب طویل۔ زمانہ کے دست برد سے بچی کچی کتابیں جو موجود ہیں اور اس بارے میں سلف کا لکھا ہوا جو کچھ ان میں ملتا ہے اس کی تلخیص التلخیص کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ قلم کی جولانی کے تقاضے کہ لکھئے اور بالتفصیل لکھئے مگر ان تذکروں کے دل سے سننے والے کہاں سے لاؤں بہر حال قلم کو روک کر بہت مختصر الفاظ میں کچھ کہتا ہوں۔

تحقیقات سلف کے ملاحظہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بارہ میں خیالات بہت مختلف واقع ہوئے جدھر جس طبیعت کو زیادہ رجحان ومیلان ہوا جس کو جس علم کے ساتھ خصوصیت ہوئی کھینچ تان کر اپنی استدلالی قوت سے اسی علم کی فرضیت ثابت کر دکھائی۔ فقہاء کا گروہ مدعی کہ علم فقہ کو فرض سمجھنا چاہیے کہ روزہ نماز ودیگر طاعات دینیہ پر بجز فقہ کے اور دوسرے علم سے اطلاع نہیں ہوسکتی اور نیز دنیوی معاملات میں فقہ ہی حاکم ہے۔

مفسرین ومحدثین فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کا علم مراد ہے متکلمین کہتے ہیں کہ اس کا سچا مصداق علم کلام ہے **ولکل وجهة هو مولیها**.

حضرات صوفیہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ملفوظات طیبہ پر نظر ڈالئے تو بادی النظر میں وہاں بھی اختلاف قائم ہے۔ بعض کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ علم خواطر فرض ہے کیونکہ لحظہ بہ لحظہ انسانی قلوب میں خطرات کی آمد ورفت جاری ہے۔ اگر یہ قوت حاصل نہیں کہ رحمانی وشیطانی خطرہ میں تمیز ہوسکے تو کسی کام کا تھل بیڑا نہیں لگ سکتا بعض حضرات صوفیہ کی تعلیمات یہ سبق دیتی ہیں کہ علم اخلاص فرض ہے کہ بغیر اخلاص کے ساری محنت برباد کل ریاضتیں بے کار **علی هذا القیاس** اور بہت سے اختلافات سرسری نظر

میں پائے جاتے ہیں جن کے ذکر کے لئے وقت ناکافی ہے لہٰذا اس بارے میں قول فیصل سن لیجیے شیخ الطریقۃ ابو حفص عبداللہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

العلم الذی طلبہ فریضۃ علی کل مسلم علم الامر والنھی والمامورات والمنھیات ماھو مستمر لازم للعبد بحکم الاسلام ومنھا ماھو یتوجہ الامر والنھی عنہ عند وجود الحادث یعنی جس قدر احکامِ الٰہیہ ہیں ان کی یہی دوصورتیں ہیں کہ یا تو کسی کام کا حکم دیا گیا ہے کہ یوں کردیا منع فرمادیا کہ ایسا نہ کرو کہ ان کو اوامر ونواہی یا مامورات ومنہیات کہتے ہیں اور یہ اوامر ونواہی بھی دوطرح کے ہیں کہ علی الدوام والاستمرار ان کا کرنا یا نہ کرنا فرض ہے جیسے مبانی اسلام شہادتین روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور بعض وہ ہیں کہ جن کا کرنا نہ کرنا عندالضرورت اور احتیاج کے وقت واجب ہوجاتا ہے پس ان اوامر ونواہی کی تعلیم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اے میرے پیارے مسلمان بھائیو! اب ایک اخیر فیصلہ کے لئے تیار ہوجایئے چونکہ میرے بیان کے ختم میں بہت کم وقت باقی ہے لہٰذا نہایت اختصار کے ساتھ اپنا مافی الضمیر عرض کرتا ہوں کہ قطع نظر تطبیق وقول فیصل علم مفروض و مامور بہ کی تعیین وتحدید میں جو مختلف اقوال آپ کے ملاحظہ میں گزرے ان اختلاف پر نظر کرتے ہوئے آپ بخوبی کہتے ہیں کہ ان سب اقوال کا منشا اس قدر ہے کہ علم کی تحصیل وتکمیل ضروری ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ فقہاء نے فقہ کو، مفسرین نے تفسیر کو، محدثین نے حدیث کو، متکلمین نے کلام کو مامور بہ ٹھہرایا تب بھی چنداں کوئی غیر مستبعد خیال نہیں ہوسکتا اور حضرات صوفیہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال کا اختلاف تو صرف اسی وقت تک ہے کہ تھوڑا سا غور نہ کیا جائے ورنہ صاف ظاہر ہوجائے گا کہ ان حضرات نے جس علم کو فرض بتایا ہے وہ صرف اپنے مقام و یقین کے لحاظ سے، لیکن خیر بالفرض وہاں بھی اختلاف قائم تسلیم کیا جائے جو بادی النظر میں

ثابت ہوتا ہے تب بھی ہمارے مدعا میں خلل اندازی نہیں ہوسکتی کہ بہر حال فرضیت کا انحصار **قال اللّٰہ وقال الرسول** کے مفہوم ظاہری یا باطنی سے باہر نہیں ہوا مگر ہوش وحواس کا پرزے پرزے کرنے والا خیال دین وایمان کی دھجیاں اڑانے والی رائے تو سنئے کہ اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے محمد رسول اللہ کے امتی کہلا کر اسلام کی تائید، اہل اسلام کی رفاہ کا یہ سبق دیا جاتا ہے کہ ''تقویم پارینہ نیاید بکار'' نئی تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ پچھلے سب علوم وفنون ردی ہیں اگر کچھ ہمت ہے تو انگریزی سیکھو انگریزی زبان میں نئے علوم وفنون کی تحصیل و تکمیل کرو، تمہارے قدیمی خیالات کی رکاکت تم پر مخفی نہ رہے ملائکہ، جن، بہشت، دوزخ، شیطان وغیرہ کے وجود خارجی کا سنا سنایا خیال تمہارے دلوں سے نکل جائے تم کو تمہاری دور بیں نظر سے چاہ زمزم میں کیڑے نظر آنے لگیں، آسمانوں کے وجود کا ڈھکوسلا ہونا ثابت ہو جائے، سشمسی حرکت کا یقین نہ رہے۔ اسی طرح اور دیگر مذہبی خیالات کی بیوقعتی تم پر مبرہن ہو جائے اور یہ سب کچھ اسی وقت ہوگا جب انگریزی پڑھو گے۔ لہٰذا انگریزی پڑھو ہاں انگریزی پڑھنا ضروری ہے اور کیوں اسلئے کہ حضرت سرور کائنات کا ارشاد ہے کہ:

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة اور اطلبو العلم ولو كان بالصين.

چین کے ذکر سے بطور تمثیل یہ عرض نہیں ہے کہ علوم دینیہ کی طلب میں ہمت وسیع رکھو بلکہ چینی علوم کی تعلیم فرض بتائی گئی ہے۔

کیوں حضرات! اب آپ کا کیا خیال ہے ان نئے خیال والے حضرات کی نئی تحقیقات آپ کے حق میں مفید ہیں یا مضرت رساں؟ ذرا دین واسلام کی وقعت کو ملحوظ رکھ کر منصفانہ فیصلہ کیجیے کہ ان حضرات کی ہمدردی فی الحقیقت ہماری تخریب ہے یا نہیں۔ انکی اصلاح ہماری تمام دینی طاعات وعبادات کا ستیاناس لگاتی یا نہیں؟ ان کا علم بدتر از جہل ہے کہ نہیں؟ ان مراتب پر غور کرنے کے بعد وہ شخص جس کے دل میں سچے اسلام کی کچھ بھی وقعت ہے اس امر کے اظہار سے خاموش نہیں رہ سکتا کہ ہمدردی، اصلاح قوم تعلیم وغیرہ

وغیرہ تمام خیالات کا خلاصہ یہی ہے کہ وجود انسانی کی غایت بس یہی چندروزہ دنیا ہے اس کے بعد نہ اور کوئی عالم ہے نہ انسان اسے چھوڑنے کے بعد پھر کسی مصیبت ومنفعت کے لئے تیار کیا جائے گا۔ پس جہاں تک ہو سکے لگے ہاتھوں دنیا کمائے جاؤ اور اسکے لئے فلسفۂ جدید، نئے خیالات کی تعلیم کافی امر ہے۔

مذہبی علوم، اعتقادی امور میں کوشش کرنا جہاں کھپانا بالکل لغو اور محض بے سود ہے۔

ان حضرات کو نہ سچے اسلام سے کوئی تعلق، نہ مسلمانوں سے ہمدردی کی کوئی وجہ، بات ساری یہ ہے کہ اگر زبان سے بھی اپنا مسلمان ہونا ظاہر نہ کیا جائے تو دنیاوی تمتع میں کھنڈت پڑی جاتی ہے، آبرو میں بٹہ لگتا ہے، شادی بیاہ کہاں کریں، دنیاوی عزت بھی حاصل نہیں ہوسکتی، حکام وقت کی نگاہ میں بھی جو وقعت پیدا ہے وہ اسی زبانی ادعاء اسلام کے ساتھ ہے، پس عقل سلیم بھی فیصلہ کرتی ہے کہ اس زمانہ میں اس گروہ سے بڑھ کر اسلام کا بدخواہ اہل اسلام کا دشمن کوئی اور نہیں جس کو علم ٹھہرا رکھا وہ فی الحقیقت جہالت ہے ان کو اسلام کا ترقی خواہ مسلمانوں کا خیر طلب کہنا ان کو عالم ٹھہرانا ایسا ہی ہے کہ عمادالدین، رجب علی یا اور کسی یورپین پادری کو حامیٔ اسلام وخیر خواہ اسلام کہا جائے یا لکھنؤ کے بھانڈ دہلی کے گویئے عالم ٹھہریں۔

حضرات وقت بالکل نہیں اور کام بہت مگر پھر بھی کنایۃً اشارتاً اس قدر آپ کو سمجھا دیا گیا جس سے آپ کافی اطمینان کرسکیں اور سچی بات مفید بات کے قبول میں کوئی موقع شک وشبہ کا باقی نہ رہے۔

الحق یعلو ولا یعلیٰ

سرسری نظر سے دیکھئے، بے غوری سے سنئے تو ایک مختصر سا معمولی چند لفظی فقرہ ہے مگر معانی ومطالب جو اس میں ودیعت رکھے گئے ہیں ان پر غور کرنے سے طرح طرح کے قدرتی عجائب کا فوٹو آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ ہاں ہاں! ایک وسیع میدان سبزہ زار لہلہا رہا ہے جس کی پر فیض ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھوکوں سے دل کی کلیاں کھلی جاتی ہیں، ارمان فرط مسرت سے الگ لوٹ رہے ہیں، تمنائیں الگ دھومیں مچا رہی ہیں حضرات! آپ کا خیال کدھر ہے، یہ فقرہ ہے، نہیں نہیں وہ مسرت انگیز، فرحت خیز چمنستان ہے کہ کتنی کچھ مصیبت کا عالم کیوں نہ ہو، کیسے ہی غم کا ماتم ہو مگر جہاں اس کے پھولوں کی جاں فزا مہک دماغ تک پہنچی اور انسان سب غم والم کو خیر باد کہہ کر اس کے سیر میں ایسا مشغول ہوگیا کہ اخیر دم تک اس سے سیری ناممکن۔ بڈھے باپ کے اکلوتے، نوجوان، ہونہار، لائق وفائق بیٹے کو جو اسی کے دل کا چین، آنکھوں کی ٹھنڈک تھا کسی ظالم عیار نے تہ تیغ ستم کیا کہیے دنیا بھر میں اس سے زائد بھی کوئی دکھ انسان کے خیال میں آسکتا ہے، ہرگز نہیں۔ اس ناشاد نامراد نے جوش غضب وطیش دلی سے کچہری میں دعویٰ کر دیا اور دادرسی چاہی کہ قاتل کے خون میں اپنے ہاتھ رنگے کچھ دل کو تسلی دے لے مگر قاتل عیار کی عیاری اور اس بڈھے کی بدنصیبی دیکھنا ہے کہ قاتل نے رشوت کی بھرمار کر دی روپیہ کوڑیوں کو زبون کے مول کر دیا۔

زر بر سر فولاد نہی نرم شود

چٹی چمکتی چیز دیکھ کر ناخدا ترس حاکم پھسل پڑا، انصاف کے خون کرنے پر آستینیں چڑھالیں، مدعی کے خلاف فیصلہ کر دیا۔حضرات! ذرا کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر اس وقت کے سین کو دیکھیں کہ اس پدر پیر پر کیا گذرتی ہے۔ وہ چاہتا ہی تھا کہ فرط مصیبت میں گریبان استقلال کی دھجیاں اڑادے کہ کسی نے چپکے سے کان میں کہہ دیا **الحق یعلو و لا یعلیٰ**.
حضرات! آپ سمجھے کہ کہنے والے نے کیا کہہ دیا؟ ہاں سنئے اس نے یہ ڈھارس بندھادی کہ کیوں شور کرتا ہے مردانگی یہی ہے کہ صبر کر اور بیٹھ جا دنیا کو تو نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ دنیا انقلابی عالم کا نام ہے دنیا سلسلہ اسباب ومسببات کی مظہر ہے۔ تیرا حق تجھ کو مل کر رہے گا، کہیں خون ناحق کسی کے چھپائے سے چھپ سکتا ہے۔ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

فرض کرلو کہ تم کو یوں ہی ناشاد و نامراد دنیا پڑی اور ان کتنی حسرتوں کو ہمیشہ کے لئے مچلتا تڑپتا چھوڑ کر سلام وداعی کہتے ہوئے چل دیئے تب بھی حق ضائع نہ ہوگا۔تمہارا وہ سچا خدا جس کو سب نے علیم وحکیم قادر ومنصف مانا ہے وہ ضرور سچا فیصلہ کرے گا۔ ہر ذی حق کا حق اس کو پہنچا دے گا۔ اس جادو بھری تقریر کا سننا ہی تھا کہ اس نے عالم امید کی سیریں شروع کردیں۔ ہنگامۂ محشر کا سارا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا ہاں ہاں اس کے چہرے پرغم کے بدلے اب خوشی کے آثار نظر آنے لگے۔ جو بات کرتا ہے استقلال ومتانت سے مگر آہ کے ساتھ اگر ہم خوضی نظر سے دیکھیں تو سارا عالم اسی امید کے سہارے، آسرے جیتا مرتا ہے۔ سب کو یہی خیال لگا ہوا ہے کہ آج نہیں تو کل ایک نہ ایک دن ضرور اپنا اثر ظاہر کرے گی۔ ہماری آہیں اپنا رنگ لاکر رہیں گی، ہاں ہاں نالۂ سحری وآہ نیم شبی کا مزا ذرا کسی جلے بھنے عاشق کے دل سے پوچھیں۔
حضرات! پھر حق ملنے کی یہ امیدیں جو سارے عالم کے دلوں میں کل مذہب وملت والوں کے خیال میں ایک فطری وجبلی بدیہی وغیر اختیاری امر کی طرح پھیلی ہوئی ہیں اس

کی وجہ کیا ہے، اس کے جواب میں ہر صاحب عقل سلیم صاف صاف یہی بول اٹھے گا کہ خدا پر بھروسا۔ ورنہ دنیاوی انقلابات واتفاقات کا بفرض محال اگر خود بخود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے اور کسی صالح مدبر قادر مرید حکیم لطیف کی قدرت کے ہاتھوں ان کے انتظام کی وابستگی نہ قرار دی جائے تو پھر کوئی ضروری نہیں کہ حق ملے نہ ملے کہ جو امر اتفاقی ہو اس کے ساتھ امید کی وابستگی اگر حرکت مجنونانہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کی طرف بھلا کون ذی عقل لو لگا سکتا ہے، نہیں نہیں بلکہ (بشرطیکہ عقل سلیم سے بالکل کورا نہ ہو، خرافات وہمیہ اور لچر خیالات کے سلسلہ نے اس کے ادراک عقل کو اپنے جنجال میں پھنسا کر ہکا بکا پریشان نہیں بنا دیا ہو) فطری طور پر وجود واجب تعالیٰ کی شہادت دے رہا ہے ہر شے سے تسبیح وتہلیل کی آواز سن سکتا ہے جس ذرہ پر نظر ڈالئے جو قطرہ نگاہ کے نیچے گذرے اپنے صانع اپنے خالق پر کھلی دلالت کرتا ہے۔

ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

وفی کل شئی له اٰیة : تدل علی انه واحد

ترجمہ: ہر چیز میں اس کی نشانی ہے جو اس کے ایک ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔

گو اس بات میں کچھ گفتگو واقع ہوئی کہ معرفت وجود واجب نظری ہے یا بدیہی اور متکلمین نے کچھ اختیار کیا ہو۔ فلاسفہ کسی طرف کیوں نہ گئے ہوں ان کے دلائل کچھ بھی ہوں مگر تحقیقی نظر بے اختیار بھی گواہی دیتی ہے کہ وہ ضرور بدیہی بلکہ اجلی البدیہات سے ہے کیا کوئی اس سے انکار کر سکتا ہے کہ جو لوگ ترتیب مقدمات کی لیاقت نہیں رکھتے وہ فطرتاً وجود واجب پر اعتماد رکھتے ہیں۔ بدو آفرینش سے اختتام تک کوئی ذی عقل نہ ایسا ہوا اور نہ ہوگا جس نے وجود واجب میں کلام کیا ہو یا کرے **الاشر ذمة من السوفسطائية** (سوائے سوفسطائیہ کے ایک مٹھی بھر گروہ کے) لیکن یہ بھی یاد رہے کہ بڑے بڑے منکر دہریئے غالی نیچری پکے فلسفی طبعی کو بھی جب مصیبت دبا لیتی ہے تو اس وقت میں ان کو بھی خدا ہی یاد آتا ہے ساری سٹی بھول جاتے ہیں **فلما راو باسنا قالوا آمنا باللّٰه وحده وکفرنا بما**

کنا به مشرکین. ترجمہ:-جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جن کو ہم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے تھے ان سے انکار کیا۔

فطرت انسانی خود بخود پکار پکار کر ہدایت کرتی ہے کہ اتنا بڑا کارخانۂ ہستی جس کی انتہا کا کچھ پتہ ہی نہیں چلتا ہرگز خود بخود عدم سے وجود میں نہیں آیا **و لئن سالتهم من خلقهم ليقولن الله** ترجمہ:اگر تم ان سے سوال کرو کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کا مناظرہ ایک دہری سے مشہور ہے کہ اس نے وجود صانع کی دلیل پوچھی۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھ کو کبھی دریا پر سوار ہونے کا بھی موقع ہاتھ آیا ہے۔عرض کی اکثر،ارشاد فرمایا کبھی ایسا بھی ہوا کہ طوفان میں پھنس گیا ہو، کہا قریب کا ذکر ہے میں کشتی پر سوار تھا کہ ناگاہ جوش طوفان نے کشتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔میں نہایت بے خودی و بے اختیاری کی حالت میں ایک ایک تختے کو پکڑتا تھا مگر جس پر قابو کرنا چاہتا وہی ہاتھ سے نکل جاتا،نوبت بایں جارسید کہ کل تختے ہاتھ سے چھوٹ گئے بیکس و بے بس موجوں کے تلاطم میں رہ گیا۔اب میرے لئے موجیں سفینۂ نجات بن گئیں۔ان کے تھپیڑوں نے مجھ کو اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کیا حتی کہ میں ساحل پر آ پہنچا۔امام نے فرمایا: اول تو تیرا بھروسا کشتی پر تھا،جب وہ ٹوٹی تب تختوں پر جب وہ چھوٹے اس وقت تجھ کو زندگی کی امید تھی یا بالکل مایوس تھا۔بولا کہ کچھ تو آس ضرور تھی کہ شاید بچ جاؤں۔ارشاد فرمایا وہ لو کس سے لگی ہوئی تھی اور کس کے بھروسے کس کے بل پر امیدواری کا قیام قرار تھا۔اس سوال کے جواب میں وہ دہری نیچری بالکل ساکت ومبہوت ہوگیا۔آپ نے ارشاد فرمایا: **هو الله الذى لا اله الا هو انجاک من الغرق.** یعنی اس مصیبت اور سخت مصیبت کی حالت میں جس سے امید بندھی تھی ہاں وہی تو خدا ہے جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں اس سچے خدا نے تو تجھ کو ڈوبنے سے بچالیا۔یہ پُر تاثیر کلام سن کر دہری نے فوراً کلمہ طیبہ **لا اله الا الله محمد رسول الله** پڑھا اور آپ کے دست حق پرست پر سچے دل سے توبہ کی

حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا دہریوں سے مناظرہ کوئی دبی چھپی بات نہیں۔ایک

بدوی جنگلی سے پوچھا گیا **کیف عرفت ربک** خدا کو تو نے کیسے جانا پہچانا وہ بولا **البعرة تدل علی البعیر والروث علی الحمین و آثار الاقدام علی المسیر فسماء ذات ابراج و اراضی ذات فجاج و بحار ذات امواج اما تدل علی الصانع العلیم القدیر** یعنی جب میں جنگل میں کوئی مینگنی پڑی دیکھتا ہوں تو اونٹ کے وجود کا علم ہوتا ہے، لید دیکھ کر گدھے کا وجود معلوم ہوتا ہے، نشان کف پا کسی کے چلنے پر دلالت کرتے ہیں تو اتنا بڑا آسمان برجوں والا، زمین سڑکوں، راہوں والی، دریا موجیں مارنے والے کیونکر اپنے بنانے والے پر دلالت نہ کریں گے اور اس کے وجود و علم وقدرت کی سچی گواہی نہ دیں گے۔

کتب مقدسہ الٰہیہ کے مضامین نفیسہ پر نظر ڈالیے ہرگز مخفی نہ رہے گا کہ جس قدر بھی رسول وانبیاء تشریف لائے وہ سب کے سب کلمہ توحید **لاالہ الا اللّٰہ** کی تعلیم کرتے رہے، شرک کو مٹاتے رہے۔ وجود الٰہی کے قائل ہونے کے بعد اس کی صفات ذاتیہ میں جو لوگ تعدد و شرک کے قائل تھے ان کی ہدایت انبیاء و رسل کا کام تھا ہم نہیں دیکھتے کہ کسی نے اثبات وجود الٰہی میں کوشش فرمائی ہو۔ یہ کیوں اس لئے کہ اس کا کوئی فرد بشر اس کی ذات کا منکر ہو ہی نہیں سکتا جو عقل سلیم کے زیور سے آراستہ ہے۔ یہ بات خوب سمجھ لیجیے کہ وجود واجب کے بارے میں بیشمار وساوس کیوں نہ ہجوم کریں مگر یہ ممکن نہیں کہ انسان اپنے آپ میں غور کرے اپنے وجود پر لحاظ کرے اور پھر اپنے وجود کی طرح خود بخود واجب کا یقینی ہونا اس پر غیر منکشف رہے ہاں ہاں **من عرف نفسه فقد عرف ربه** (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) جیسا لطیف وعجیب کلام بھی تو اس کا مؤید ہے۔

البتہ چند سوفسطائی نیچری دہری وجود واجب کے منکر ہوں یا شک کریں تو یہ امر نہ کوئی تعجب انگیز نہ ہمارے مدعا میں خلل اندازی کر سکے کیوں کہ تھوڑی دیر بعد ان کے چچا جان صاحب حضرت عنادیہ سے ملاقات ہوگئی جن کو خیر سے اپنے وجود میں بھی کلام ہوگا پھر ذرا اور آگے بڑھئے کہ ان کے دادا جان سے ملاقات ہو جائیگی ان کو ہر بات میں شک نے گھیرا

ہے ان کو اپنے شک میں بھی شک ہے اور شک الشک میں بھی شک **کذلک هلم جرا**

پھر ایسی عقل والوں سے مخاطبہ چہ معنی دارد اور ان کے ذکر شریف سے مطلب کیا، بطور خلاصہ مرام کے اس قدر سمجھ لینا کافی ہے کہ بجز ان چند عورتوں کے جو انسانی بھیس میں رہ کر چوپایوں پر بھی سبقت لے جائیں اور عداد عقلا سے خارج ہوں اور کوئی اس اجلی البدیہیات کا منکر نہیں ہوسکتا ترجیح بلا مرجح کے بالبداھۃ محال ہونے کی کیسی لطف آمیز اور بدیہی بحث علماء نے تحریر فرمائی ہے۔ ان کا مقولہ ہے کہ ذرا گھر سے قدم نکالیے جنگل میں جا کر دیکھئے کہ جانورانِ صحرائی بے کھٹکے نہایت اطمینان و آزادی کے ساتھ مزے مزے سے گھاس کھانے میں مشغول ہیں مگر جہاں پاؤں کی آہٹ سنی اور چھو ہوگئے، پتہ کھٹکا اور وہ سر کے۔ یہ کیا ہے اور ایسا کیوں ہوتا ہے حضرات! اس کے جواب میں بداہۃً یہی کہنا پڑے گا کہ جانوروں کے دماغ میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ کوئی کام بھی بغیر کسی کرنے والے کے ہو جائے یہ ناممکن، جب کھڑاکا ہوا تو اس کا فاعل ضرور ہے اس فاعل کا خوف ان کے اطمینان میں مخل ہوکر بھگا دینے پر مجبور کرتا ہے۔ اب تحقیق طلب یہ امر رہا کہ ایسے اجلی البدیہات کے انکار کا منشا کیا ہے اور وہ فطرتی عقل جس کی طرف **فطرة الله التی فطر الناس علیها** میں اشارہ ہے اس کو کون سے وساوس شیطانی گھیر لیتے ہیں اور ایسے کون سے خیالات پریشان کر ڈالتے ہیں جن کے اغواء سے ادویۂ ضلالت میں سر ٹکراتے ٹکراتے عمر کٹ جاتی ہے۔ ہاں آیئے اس کے متعلق بھی کچھ مختصر سا سن لیجیے اس انکار کا منشا کبھی تو یہی عالم کے جھگڑے مسببات و اسباب، لوازم و ملزومات، شرائط و مشروطات کے سلسلے ہو جاتے ہیں کہ ان کو کچھ خبر سمجھ کر انسان راہ راست سے بہت دور نکل جاتا ہے۔ انھیں سے عقل میں خیرگی پیدا ہو جاتی ہے۔ بچہ پیدا ہوا اور اس نے عالم شعور میں ابھی قدم بھی نہ دھرا ہے کہ اس کی نگاہیں ان **اشکال طویلة الاذیال** پر پڑیں اس کی فطرتی عقل نے اسباب و مسببات کے سلسلہ لوازم و ملزومات کے دور و تسلسل کے چکر میں الجھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اب وہ ذرا ہوشیار ہوا اور جیوں جیوں بڑا اسباب کا ہی سبق پڑھتا رہا

تو کہ از طفل سبب ہا دیدۂ　　　　لا جرم اندد سبب پیچیدۂ

اسباب کے سلسلوں میں جس قدر پیچیدگی بڑھتی گئی اسی قدر مسبب الاسباب کی طرف سے غفلت بڑھنا شروع ہوئی اب اگر ہدایت ملتی ہے تو اس کا سلسلۂ اسباب ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ یہی بزرگوار جو غفلت میں پلے، غفلت میں بڑھے، غفلت میں ایک عمر گزاری، اچھے خاصے دہریہ ہو گئے عالم اسباب کی فکر میں سب ساز وسامان درست کرلیا۔ نتیجہ کے منتظر بیٹھے تھے ایک بڑھتی ہوئی خوشی نے عید کردی تھی کہ ہاں اب یوں ہوگا یوں ہوگا ہماری یہ تدبیر ضرور تیر بہ ہدف ہے ان ہی خیالات میں محو ہو رہے تھے کہ ایک نے آکر کہہ دیا کہ ساری کوشش رائگاں، فلاں کام بالکل خراب ہوگیا۔ یہ سنتے ہی کلیجہ تھام لیا اور آہ کا نعرہ مارا مگر اس کے ساتھ ہی ایک ان کہی بھی اس کی زبان سے سننے میں آئی جو اس سے قبل اس کی زبان سے کسی نے نہ سنی تھی یعنی ہائے قسمت ہائے تقدیر، اب آنکھیں کھل گئیں اور فطرتی عقل ٹھوکر کھانے کے بعد کچھ سنبھلی کہ یہ عالم اسباب کا کھڑاک اور شئے ہے اور عالم تقدیر کے کارخانے اور ہیں۔ جب ہوش درست ہوئے دوست، آشناؤں سے تعجب کے لہجہ میں طرح طرح کی گفتگوئیں ہو رہی ہیں کہ یہ کیا ہوا اور کیونکر ہوا، اجی ہم نے تو کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، سب کچھ انتظام کرلیا تھا مگر یہ خبر نہ تھی کہ تقدیر نیا رنگ لائے گی ایک بار سامان سفر بخوبی مہیا کرنے کے بعد چلنے کی تیاریاں کردیں بعض ہمراہیوں کو روانہ بھی کردیا۔ اب خود بدولت کی روانگی کا وقت آیا روانہ ہونا چاہتے تھے۔ پیشتر سے سفر کے ہر قسم کے حسن وقبیح پر نہایت دور اندیشی کے ساتھ محققانہ بحث ہو چکی تھی کہ یکا یک اس سفر میں ایسا نقصان خیال میں آیا کہ بڑھتا ہوا قدم پیچھے ہٹانا پڑا۔ بندھا ہوا سامان کھول ڈالا خود ہی متحیر ہیں کہ اتنی موٹی بات اس وقت کیوں سمجھ میں نہ آئی کس زبردست قوت نے میرا ارادہ فسخ کردیا اگر ازلی ہدایت نے دستگیری فرمائی تو یوں ہی دو چار ٹھوکریں کھائیں اور غفلت کی متوالی نیند سے چونک پڑے اور سچے مسلمان ہو گئے ورنہ غفلت اور انسان کا تو دنیا میں ساتھ ہی ہے حضرات! **عرفت ربی بفسخ العزائم** (میں نے ارادوں کے ٹوٹنے سے رب کو

پہچانا) کا یہی سر مکنون ہے انکار کا منشاء ایک یہ بھی ہے کہ **الا شیاء تعرف بالاضداد.**
ایک ایسا قاعدہ ہے جس کے تسلیم میں کسی کا کوئی کلام نہیں اگر شب و روز آفتاب اپنی نورانی شعاعوں سے عالم کو یکساں منور رکھتا تو یہ امر کوئی غیر مستبعد (بعید) نہ تھا کہ اس روشنائی کی نسبت اور کسی شئے کی طرف کر دی جاتی مگر رات کو اس کا چھپ جانا اس کی شعائیں مخفی ہو جانے سے ساری دنیا میں اندھیاری کا عمل درآمد، پھر اس کے نکلتے ہی عالم کا چمک اٹھنا نہایت واضح دلیل اس امر کی ہے کہ یہ سب کرشمے آفتاب کے ہیں مگر آفتاب احدیت اگر ایک لحہ بھی اپنے پرتوۂ جمالِ عالم افروز کی تجلیات کی شعاعوں کو ہٹالے عالم و عالمیاں غرق نمکداں عدم محض ہو جائیں۔

ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو
چو پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من

چونکہ وہ ازل الازال سے ابدالآباد تک بصفت **لا یتغیر ولا یحول** موصوف ہے اپنی قدرت کی نئی نئی شانیں روز بروز نئی طرح سے دکھاتا رہتا ہے اس کی ضد کا وجود بے شک محال قطعی عقلی و بدیہی ہے اس کا احاطہ کائنات کے ہر ذرہ کو شامل ہے اس کا وجود ظاہر اور ایسا ظاہر کہ ظہور آفتاب نیم روز سے کرور درجہ بلکہ بے انتہا مرتبہ زائد ظاہر۔ اس لئے عقل اس کے ادراک میں خفاش وار کیوں خیرہ نہ ہو جائے۔ سمجھ لینا چاہیے کہ کسی شئے کے فہم میں نہ آسکنے کے دو سبب ہوتے ہیں: (۱) اس کا پوشیدہ ہونا محتاج بیان وفکر ہونا۔ (۲) اس کا ایسا ظاہر ہونا کہ اسی کے ظہور نور سے فہم مبہوت ہو جائے۔ دن کو خفاش (چمگادڑ) نہیں دیکھ سکتا نہ اس سبب سے کہ وہ ظاہر نہیں بلکہ یوں کہ وہ اس درجہ ظاہر ہے کہ خفاش کی آنکھوں میں اس مرتبہ کے ظہور کی استعداد نہیں۔ جب تک ظہور میں کچھ خفا نور میں تاریکی نہ مل جائے تب تک اس کی نظر کام نہیں کرسکتی۔ اسی طرح انسانی عقول مشاہد جمال الٰہیہ سے بہ نسبت بصر خفاش کے مشاہدۂ آفتاب سے کروروں بلکہ بے انتہا مراتب ضعیف ہیں حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں: **سبحان من احتجب باشراق نوره واختفی بظهوره**

حضرات! میں معافی مانگتا ہوں کہ کلام طویل ہو گیا اور سلسلۂ سخن دور تک پہنچا۔ اصل مرام و خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب وہ پروردگار تبارک و تعالیٰ تمام عالم کا خالق، متصرف، مالک، مدبر، حاکم ہے، علیم، سمیع، قادر مطلق حکیم و رحیم ہے تو اس نے اپنی حکیمی و رحیمی سے یہ امر لازم کر لیا کہ **الحق یعلو و لا یعلیٰ** حق کا ہر ذی حق کو پہنچنا ضروری ہے ممکن نہیں کہ کسی کا حق رہ جائے **ان اللّٰہ لیس بظلام للعبید**

خوب سمجھ لو کہ خدائے تعالیٰ بندوں پر ظلم نہ کرے گا اس لئے پروردگار تبارک و تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے دو گھروں کی بنیاد ڈالی اور دونوں کو الگ الگ آراستہ کیا۔ ایک دارالابتلاء دوسرا دارالجزاء کہ اگر کسی کا کوئی حق اس دارالعمل میں ضائع ہو گیا تو دوسری جگہ میں پہنچ کر اس کی مکافات کر دی جائے گی۔ اچھے برے کی پرکھ ہو کر ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا ملے۔ حکمت ازلی الٰہی کے یہ امر خلاف تھا کہ اچھے برے سب ایک لکڑی سے ہانک دیئے جائیں کسی کو اس کی نیکوئی کا سلوک اور برائیوں کی سزا نہ پہنچے۔ منکرین قیامت درحقیقت وہی لوگ ہونا چاہیئے جو صانع علیم و حکیم کے منکر ہوں ورنہ یہ باتیں تسلیم کرنے کے بعد قیامت کا تسلیم کرنا ایک لازمی و ضروری ہے دیکھئے اسی نفیس مضمون کو کس لطیف پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے **وما خلقنا السماء والارض باطلا** یعنی زمین آسمان کی پیدائش کوئی بیہودہ کھیل تماشا نہیں جس کا کوئی اثر مرتب نہ ہو، بچوں کا گھروندا نہیں کہ بیٹھے بیٹھے بنایا اور بگاڑ دیا جائے بلکہ یقین کر لیجیے کہ ہر بات جو دنیا میں ہوتی ہے اس کے اثر کا ظہور اس دارالجزا میں ہو کر رہے گا، اور کیوں کر نہ ہو **نجعل الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت کالمفسدین فی الارض** یعنی کیا اچھے اور برے سب یکساں ہو سکتے ہیں۔ اگر قیامت نہ ہو تو دنیا کے اچھے اور برے افعال سب یوں ہی رہ جائیں اور اچھائی برائی اور اچھے برے میں کوئی امتیازی حالت نہ پیدا ہو سکے ہاں ہاں! اس حکیم کی حکمت ہرگز اس کاروائی کی روادار نہیں۔ اگرچہ ہر کام کی جزا کے واسطے دوسرا گھر بنایا گیا ہے اور **الحق یعلو و لا یعلیٰ** کی شان کا کامل ظہور اسی زمین پر پہنچنے کے بعد اپنا رنگ دکھائے

گا مگر دنیا جو عالم اسباب مانی گئی ہے اس کے سلسلوں میں بھی وہ غوامض دقائق واسرار حقائق پوشیدہ کئے گئے ہیں کہ جن کے ادراک میں انسان کی محدود و ناقص عقل ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے، تھوڑے غور میں یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا کہ ظہور شیون وتجلیات کا نام عالم رکھ دیا گیا ہے یا ذرا پھیر پھار کی تقریر سے یوں کہئے کہ عالم میں جو کچھ ہے سب اس کا ظہور ہے۔ اسی کے ذات وصفات افعال کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ بہر حال چونکہ اس کی صفات واسماء میں تقابل ظاہر ہے کہ وہ جمیع صفات کمالیہ کا جامع ہے مثلاً محی، ممیت، غفار، قہار، ہادی، مضل وغیرہ وغیرہ پس دنیا میں مختلفة الانواع مظاہر کا ہونا ضرور اور نہایت ضرور ہوا۔ اسم ہادی کا یہی تقاضا ہے کہ عالم چشمۂ پرفیض ہدایت سے سیراب ہو اور اس کا لازمی اثر در بار قدرت میں تقرب اسم مضل چاہتا ہے کہ امر حق آنکھوں سے اوجھل رہے۔ اس کے مظاہر زائدہ درگاہ ہوں۔ حضرات! اس لطیف مقام سے اختلاف ملل ونحل، افتراق فرق کا سر مخفی بھی آپ پر بخوبی واضح ہوسکتا ہے۔ چونکہ دنیا دارالجزا نہیں ہے دارالعمل ہی دارالابتلاء ہے دارالتکلیف ہے لہٰذا اس پری جمال ودلہن یعنی حق کو رخ زیبا پر گھونگٹ ڈال کر اس انجمن امتحان میں پیش کیا گیا۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

ورنہ اس عروس قدرت کے چمکتے مکھڑے کی شعاعیں ایسی نہ تھیں کہ سارا جہاں نہ فریفتہ ہوجاتا اور رمز مدح **یؤمنون بالغیب** اور سرِّ مخفی **یضل من یشاء** اور حکمت **لاملئن جهنم من الجنّة والناس اجمعين** کا جلوہ جلوۂ ظہور میں نہ آتا۔ ہاں! مگر یہ بھی یاد رہے خلقت بشری سے جو مقصود ہے وہ بھی ایک بڑا بھاری کام ہے وہ کیا یعنی خلافت الٰہیہ۔ اس لئے اس دلہن کے جمال جہاں آرا سے آہستہ آہستہ کچھ پردہ دری اور کچھ پردہ داری کے ساتھ گھونگٹ اٹھایا گیا اس ناز وادا کے ساتھ گھونگٹ کا ذرا سرکنا ہی تھا کہ وہ عاشقان شیدا جن کے دامن قسمت استعداد وقابلیت کے موتیوں سے بھرے تھے پروانہ وار

اس شمع رخسار پر نثار ہو کر چیخ اٹھے ۔

وزدیدہ فگندی بمن ناز نگاہے

قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

مگر وہ قدرتی طور پر محروم تھے یا یوں کہیے جواز لی شقی تھے ان ہی دل فریب شعاعوں دلکش نگاہوں نے ان کے ساتھ یہ الٹا برتاؤ کیا کہ **ختم اللّٰہ علیٰ قلوبهم** کے مظہر کامل بن گئے ۔اب کہیے کہ دو مختلف الخیالات اجناس میں اتفاق و یکجہتی کا رنگ جمے تو کیونکر **لا جـرم** قدرتی طور پر دونوں فرقوں کے تقابل سے کارخانہ جنگ وجدال، ہنگامۂ کارزار ایسا قائم ہوا جو قیام عالم تک نہیں مٹ سکتا اور وقتاً فوقتاً عصراً بعد عصرٍ اس کلمۂ حقہ کا ظہور ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا کہ **الحق يعلو ولا يعلى** اگر ایک مدت تک ایسا زمانہ بھی نیرنگی تقدیر سے رہے جس میں حق بالکل روپوش ہو اور ضلال کا زور ہو تو اس کے بعد ہی **كل يوم هو في شأن.** اپنی وہ جلوہ گری فرمائے کہ سارا عالم تجلی جمال حق سے جگمگا اٹھے اور ظلمت وضلالت کافور ہو جائے ۔ بدو آفرینش سے اجمالی نظر مختلف ملل ونحل پر ڈالئے یا خاص ایک وقت ہی کے متعلق غور کیجئے ضرور **الحق يعلو ولا يعلى** کا ظہور دیکھئے گا اسی بنا پر بعثت انبیاء ورسل کے ظہور کا سلسلہ رہا اس لئے علماء، عرفاء محبین دین ومجتہدین کاملین یکے بعد دیگرے وقتاً فوقتاً آتے رہے جب حق پوشوں ناحق کوشوں نے حق پر خاک ڈالنی چاہی غیرت الٰہی کو جوش آیا اور **لكل فرعون موسٰى** (ہر فرعون کے لئے ایک موسیٰ ہے) نے اپنا جلوہ دکھایا۔اگر فقط ان ہی فِرق، ان ہی تاریخی واقعات، ان ہی مناظروں کے متعلق بالا جمال والاختصار کچھ بحث کی جائے جو اس ملت اسلامیہ میں واقع ہوئے اور ہر وقت میں حق کا پلہ بھاری رہا تو بھی ضخیم دفتر سے کم نہ ہو۔ یہ بات اور سمجھ لینے کی ہے کہ باطل پر حق کا غلبہ تو ہر وقت ہر آن میں ایک امر ضروری ہے **جاء الحق وزهق الباطل** (حق آ گیا اور باطل مٹ گیا)۔

اِدھر آفتاب حق طلوع ہوا اُدھر ظلمت باطل کافور ہوئی یہ تو اس کا ایسا لازم ذاتی ہے کہ جس کا انفکاک مستحیل (جس کا جدا ہونا ناممکن) ہے مگر یہ غلبہ اعتلاء بالحجہ ہے رہا اعتلاء اہل

حق پس اگر اہل حق حق کے ہو رہیں، اس کے لوازم وشرائط کو برقرار رکھیں تو قطع نظر اخروی اعتلاء کے بے شک حتمی وعدہ کرلیا گیا ہے کہ حق کے طفیل میں دنیا میں بھی موجود ہیں جن کا تذکرہ برکت ونزول رحمت کا قوی ذریعہ ہے اور لطف سے خالی نہیں۔ مگر وقت میں فرصت نہیں، انشاءاللہ اس کے متعلق پھر کسی وقت کچھ بحث کی جائے گی۔

حضرات! میں نہایت مختصر الفاظ میں اس قدر اور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ منجملہ دیگر قدرتی احسانات کے ایک جلیل القدر احسان اس مرحوم امت پر بطفیل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بھی ہے کہ مقدس مذہب اسلام کی حفاظت اہل دین ہی کے ذمہ نہیں کر دی گئی (جیسا کہ اگلے زمانوں میں دستور تھا اور بما استحفظوا سے ثابت ہے) بلکہ اس کی ذمہ داری آپ فرمالی انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون. (ترجمہ:- بیشک ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔

ظہور اس وعدہ کا یوں فرماتا ہے کہ چند قلوب صالحین کو احیاء دین متین کی طرف متوجہ کر دیتا ہے جن کے آب زلال تحقیق سے آتش زیغ وفتن ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ اگر ہم عقل سے کام لیں اور اپنے اسلاف کی متبرک کوششوں کی تاریخی دنیا میں سیر کریں تو کوئی معمّہ ایسا باقی نہ رہے جو حل شدہ نظر نہ آوے مگر ہائے سمجھ کا پھیر، بُعد زمانۂ نبوت وقرب قیامت کا اثر کہ ان تحقیقات انیقہ کو تقویم پارینہ ردی ناکافی بتایا جاتا ہے اور نو ایجاد باتیں جو نرا ڈھکوسلا، بالکل خلاف تحقیق ہیں ان پر تن من دھن صدقہ کرنے کو تیار اِنّا للہ وانا الیہ راجعون جن دنوں میں فلسفۂ قدیمہ یونان کے اثر سے اہل اسلام میں بہت سے فرقے شاہراہ صراط مستقیم سے بھٹک کر وادئ ضلال میں پھنس گئے اس زمانہ کے علماء کو حق تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ عقلی ونقلی دلائل کے ذریعہ سے وہ کارنمایاں کر دکھائے کہ فلسفۂ قدیمہ کا کید بالکلیہ باطل ہو گیا۔ ان ہی کے مقدمات ان ہی کے مسلمات ان ہی کے دلائل سے ان کو ساکت و لاجواب کر دینا کوئی معمولی کام نہ تھا علماء متکلمین وفقہائے محققین نے ہر عقیدہ ہر مسئلہ کے اثبات وایضاح میں یہاں تک ہمت کو مبذول فرمایا کہ منصف ناظر بے اختیار پکار اٹھتا

ہے: ما ترک الاول للآخر زمانۂ موجودہ کے اکابر علماء واعاظم کملا اعلیٰ سے اعلیٰ کسی تحقیق کا ایجاد کریں اس کی وقعت متقدمین مباحث مفروغ عنہا کے سامنے ایک ادنی نمونہ سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اس زمانہ میں جو چیز کہ جدید فلسفہ کے نام سے مشہور ہے اس کی نسبت ایک محقق کا قول ہے کہ وہ روپیہ ہے دنیاوی طمع نے دماغ سے عقل سلب کر دی ہے۔ اگر یورپ کے فلاسفہ ملاحدہ کے صرف بدیہات مشاہدات کا انکار ہے تو وہ بھی ان کاسہ لیسان و پس خوردگان کے لئے ایک یقینی مسئلہ ہے۔ دین و ایمان کو کوڑیوں کے مول بیچ ڈالیں گے نہ دلیل سے غرض نہ منطق و فلسفہ سے کچھ سروکار ایسوں کو سمجھانا محض بے سود، اقامت دلیل محض فضول و بیکار۔

آج کل بعض ہنگامہ پسند مولویوں میں ایک شورش برپا ہے، گھبرائی صورت بنائے پھرتے ہیں، ایک دند مچا رکھا ہے کہ فلسفۂ جدیدہ کا رد کرو۔ اس غرض سے کمیٹیاں کی جاتی ہیں، انجمنیں قائم ہیں ان کے اعتراضات کو لاحل اور سخت مشکل بتایا جاتا ہے ان کے دفعہ کے لئے سلف کی تحقیقات ناکافی سمجھی جاتی ہیں۔ اس مقصد میں بہت سے سادہ لوح اور بہت سے عیاران زمانہ شامل ہیں محققین ان صاحب کے اقوال وحرکات کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے خیالات پہ غور کرتے ہیں کہ آخر ان کا منشاء کیا ہے، خوض کامل اور فکر صائب کے ذریعہ سے اس کائیں کائیں کا ماحصل صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کوئی نئی اپج کی بات نکالو، حالانکہ یہ قابلیت نہ ان کے اذہان میں موجود نہ اگلوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا:-

حریفاں بادہا خوردند و رفتند
تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

فلسفۂ جدیدہ کی متعدد کتابیں ہمارے ملاحظہ سے گذریں چند فلاسفروں سے ملاقات ہوئی مگر مقدس مذہب پر کوئی اعتراض آج تک ہم نے ایسا نہ دیکھا نہ سنا جو اگلے کفرہ وملاحدہ نہ کر چکے ہوں اور علمائے ملت نے اس کا دنداں شکن جواب نہ دیا ہو۔ فلاسفران حال کے وہ

عقائد جن کی نسبت یہ رونا رویا جاتا ہے کہ اہل اسلام میں وہ بہت کچھ تاثیر کرتے چلے جاتے ہیں یہی ہیں کہ معاذ اللہ خدا کے وجود سے انکار، تقدیر کا انکار، فرشتوں کا انکار، انبیاء و رسل کا انکار، معجزات کا انکار، قیامت، جنت و دوزخ، حساب و کتاب وغیرہ وغیرہ کا انکار، یہ بحث تو متعلق بہ عقائد ہے اب رہ گئے بعض مسائل علم ہیئت و ریاضی کے جن کی رو سے اگر اعتراض وارد بھی ہوتا ہے تو اسی فلاسفہ قدماء یونان پر اور یہ بھی کوئی نو ایجاد بات نہیں بلکہ ان ہی میں سے کسی کا مذہب مخذول و مردود ہے۔ اہل اسلام کو اس سے کیا علاقہ، اب ان حضرات سے جو خواہ مخواہ اپنی حقانیت دکھانے کے لئے کلیجہ پکڑے روتے پھرتے ہیں کہ ہائے فلسفہ جدیدہ آ گیا ڈرو ہوشیار ہو جاؤ یہ کافر بنا لے گا اس کے اعتراضات دفع نہیں ہو سکتے، علماء متکلمین کی بوسیدہ تحقیقات سے ان کا معارضہ ناممکن، کتب محققین اہل سنت ان کے جواب دہی سے عاجز ہیں، ہم عرض کرتے ہیں کہ ہم نے جس قدر کتب فلاسفہ جدیدہ کی سیر کی ان میں بجز خرافات بیہودہ کے اور کچھ نہ پایا جن کی بنا پر مذہب اسلام کو ضرر پہنچنے کا خیال اگر مالیخولیا نہیں تو اور کیا ہے اگر کچھ ہے تو وہی فلاسفہ قدیمہ ملاحدۂ مخذولین کے سڑے بسے اعتراضات جن کے جواب سے اچھے طور پر علماء فارغ الذمہ ہو چکے ذرا بتایئے تو سہی کہ عقائد مذکورۃ الصدر میں سے کون سے عقیدہ کو دلائل قطعیہ عقلیہ ونقلیہ سے ثابت نہیں کر چکے باقی **الناس علی دین الملوک** اور طمع دنیاوی کا علاج کسی دلیل سے نہیں ہو سکتا۔
آخر میں اس قدر عرض اور بھی پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر بمصداق فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ آپ نے پامال شدہ اعتراضات کو ایسا ہی لاحل سمجھ رکھا ہے اور تحقیقات سلف سے آپ کی کاربرآری متعذر رہے تو آپ اپنی جدت وحدت کے جوہر دکھایئے نئے سرے سے اب نیا رد کریں چشم ما روشن و دل ما شاد مگر حضرت سلامت یہ بھی یاد رہے کہ ایسا رد نہ ہو کہ خود مسلمانوں کے مقدس مذہب کے گلے پر چھری پھیرنے کی ٹھان لی جائے جیسا کہ پیر نیچر آنریبل سرسید اور ان کے متبعین نے رد فلاسفہ کا نام لے کر دین و مذہب کے ساتھ وہ کام کیا جو کوئی سنگ دل جلاد بھی نہ کر سکے کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے

ہیچ کافر نہ کند انچہ تو سید کردی

کاش یہ بندۂ زر تعلیم انگریزی کی رغبت دلاتا، ایک نہیں دس مدرسۃ العلوم کھول دیتا مگر تفسیر بالرای کا سودا سر میں نہ سما جاتا۔ ضروریات وارکان کے انکار کی دھن نہ لگتی، مسلمانوں کے نوعمر بچوں کے ایمان کا خون نہ کرتا۔ اب پھر مجھ کو اپنا فقرہ **الحق یعلو و لا یعلی** یاد آ گیا کہ اس تھوڑے زمانہ میں ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے کس قدر باطل فرقے بڑھ گئے۔ بفضلہٖ تعالیٰ علماء اہل سنت نے نہایت مستعدی کے ساتھ اپنا فرض منصبی پورا کیا رد وطرد میں نہایت جانبازی کے ساتھ بلیغ کوشش فرمائی اور اس مقدس فقرہ کا ظہور اپنے ہاتھوں پر کر دکھایا گو پورا ظہور تو قیامت میں ہوگا۔ حضرات! میرے بیان کی کسی قدر طوالت کے ضرور آپ کے عزیز وقت کا کچھ حصہ نذر ہوا لیکن میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ بحمد للہ آپ کا وقت ضائع نہ گیا۔ اب میں بہت جلد اپنے بیان کو ختم کرنا چاہتا ہوں اس لئے فقرۂ مذکورہ کی تصدیق میں صرف ایک اور شاہد جو اس وقت کے مناسب ہے پیشکش کیا جاتا ہے۔ ذرا لگے ہاتھوں ندوۃ العلماء پر ایک سرسری ہی نظر ڈالئے کہ اراکین و ناظم وصدر سب کے سب مہر خاموشی بدہن ساکت وصامت متحیر ولا جواب رہے گوا یرا غیرا نتھو خیرا آئیں شائیں گپیں لگائے جائیں مگر کوئی ذی فہم، ذی عقل دم نہ مار سکا کچھ حرکت مذبوحی ہمارے معزز دوست مولوی عبدالحق حقانی نے کی تھی جو درحقیقت اقبال جرم یا ڈھیٹ پن تھا میں نے بادید اصلاح وبلحاظ ارتباط سابق نہایت اختصار کے ساتھ بدلائل جلیہ سطوہ (حکیم شہید کے رسالہ کا نام) میں ندوہ کا مخالف ومضر مذہب اہل سنت ہونا ظاہر کر دیا مجھ کو ضرور انتظار تھا کہ شاید ندوہ کے یہ لائق فائق واعظ چپ نہ بیٹھیں گے مگر اسی فقرہ نے اپنا اثر دکھایا کہ **الحق یعلو و لا یعلی.** حقانی صاحب پچھلے مناظروں میں (جن پر ندوہ کی بدولت پانی پھیر دیا جن کو اب خودکشی ونفسانیت سر پھٹول بتاتے ہیں جن پر ندوہ میں نادم ہو کر توبہ کی گئی) حق کی طرف سے لڑتے تھے اس میں حق سے لڑ رہے ہیں پھر بھلا ان کو کیونکر فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ ارباب ندوہ جو بعض اہل علم ہیں ان کے سکوت کی وجہ بھی دریافت کر لینا نہایت ضروری ہے

بات ساری یہ ہے کہ اگر صاف صاف کہہ دیں کہ سوائے اہل سنت کے دیگر فرقِ منکرین ضروریات دین دائرہ اسلام سے خارج اور منکرین اجماعیات گمراہ ہیں تب تو روافض و نیچریہ وہابیہ وتفضیلیہ سے ان بن ہو جاتی ہے۔ روپیہ کا مینہ پھر کہاں سے برسے اور اگر صاف صاف واشگاف یہی کہے جائیں کہ سب حق پر سب سے خدا راضی **وغیره ذلک من العقائد الباطلة** جیسا کہ ندوہ میں پاس ہو چکا تو ابھی تک جو بعض اہل سنت دھوکے میں آئے ہوئے ہیں وہ متنبہ ہوئے جاتے ہیں اس لئے لاچار اسی قول پر فتویٰ رہا کہ ندوہ میں سکوت کی ٹھہر گئی ہے۔ حضرات! میں اپنی تقریر کو اب ختم کرتا ہوں **الحق یعلو ولا یعلی** کے شواہد اس وقت نہایت عجلت میں بطور مشتے نمونہ از خروار آپ کی خدمات میں پیش کر دیئے گئے جن پر محقق نظر ڈالنے سے بہت کارآمد اور مفید مطالب کا اخذ آپ کو دشوار نہ ہوگا اور اگر آپ کا شوق ابھی کم نہ ہوا ہے تو یہ پرچہ ''تحفہ حنفیہ'' بھی اس کا ظہور ہے اس ہونہار پرچہ سے انشاء اللہ بہت امیدیں ہیں ہر مسئلہ ہر عقیدہ کو بشرط مشیت ایزدی اس کامل تحقیق سے ثابت کرے گا کہ مخالفین کی آنکھیں کھل جائیں خدائے تعالیٰ اہل سنت کی ہمت اور دینی حمیت روز افزوں تر ہو۔

حضرات ناظرین تحفہ! میں اپنی طویل تقریر کی معافی چاہتا ہوں آپ جانتے ہیں کہ **الشئی بالشی یذکر** کچھ طول ضرور ہوا مگر الحمد للہ فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

شعبان المعظم

دنیا میں ایک خاص موسم ایک معین وقت پر جس طرح میلے لگتے ہیں نمائش گاہیں قائم ہوتی ہیں اوران ایام میں تجاراور دکانداروں کے سو کے سوائے ہوجانا معمولی بات ہے۔ بہ نسبت اوراوقات کے ان ایام میں تجارتی سامان کی قدر بہت کچھ زیادہ ہوجاتی ہے یوں ہی بلاتشبیہ حق تعالیٰ عز شانہ وجل برہانہ نے اس امت مرحومہ کے واسطے چند موسم خیرات و برکات معین فرمادیئے ہیں کہ ان ایام متبرکہ میں تھوڑے سے عمل پر بہ نسبت اعمال دیگرایام کے مضاعف (کئی گنا) ثواب مرحمت ہوتا ہے ایک اٹھائے سو پائے یہی صادق ہے میرے پیارے بھائی۔

مسلمانو! ان ہی ایام متبرکہ اور مواسم معینہ میں سے یہ شہر النبی سید الانس والجان ماہ شعبان ہے احادیث مصطفویہ **علی صاحبھا الصلوۃ والتحیہ** اس کے فضائل میں بکثرت وارد ہیں نہایت اختصار کے ساتھ اند کے مشتے نمونہ ازخروار بیان کئے جاتے ہیں۔

صدیقہ کبریٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ یوں تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر اوقات روزہ بھی رکھتے تھے، افطار بھی فرماتے تھے کبھی یکے بعد از دیگرے پے درپے اتنے روزے رکھتے کہ ہم کو یہ خیال ہوتا کہ اب مہینہ بھر افطار نہ فرمائینگے، کبھی اس قدر افطار فرماتے کہ ہم یہ سمجھتے کہ اس مہینہ میں کوئی روزہ نہ رکھا جائے گا پورے مہینے کے روزے بجز ماہ مبارک رمضان کے اور کسی مہینہ میں رکھیں یہ معمول شریف نہ تھا لیکن اس ماہ شعبان میں سب مہینوں سے زیادہ صائم رہتے **کان احب صیامه فی شعبان** یعنی بعد

رمضان المبارک کے سب دنوں سے زیادہ پیارے شعبان کے روزے تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کثرت صیام ماہِ شعبان کا باعث استفسار کیا تو ارشاد مقدس ہوا کہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں سال بھر کے لئے عالم برزخ کے مسافروں کا دفتر تیار ہوتا ہے جو اس میں مرنے والے ہیں ان کا نام لکھ لیا جاتا ہے لہٰذا ہم کو زیادہ مرغوب اور پسند طبع یہ امر ہے کہ ہمارا نام روزہ کی حالت میں تحریر کیا جائے۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار ہوا کہ (نفل) روزوں میں کون سے روزے زیادہ افضل ہیں ارشاد ہوا کہ شعبان کے روزے جو رمضان کی تعظیم اور استقبال کے لئے رکھے جائیں، نیز ان ہی سے مروی ہے کہ شعبان کا نام اس لئے رکھا گیا کہ اس میں رمضان کے لئے بے انتہا برکتیں بے شمار رحمتیں پھیلا دی جاتی ہیں۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا **شعبان شهری** یعنی شعبان میرا مہینہ ہے رجب **شهر الله** رجب اللہ کا مہینہ ہے **رمضان شهر امتی** رمضان میری امت کا مہینہ ہے شعبان مکفر ذنوب (گناہوں کو مٹانے والا) ہے، رمضان مطہر یعنی ساری برائیوں سے پاک کرنے والا۔

ایک روایت میں وارد ہے کہ شعبان دو مقدس اور معظم مہینوں کے بیچ میں ایک مبارک مہینہ ہے اور لوگ اس کی رفعت و مرتبت اسکی شان وعظمت کو بھولے بیٹھے ہیں۔ ہاں اس مبارک مہینے کی یہ شان ہے کہ اسی میں بندوں کے اچھے برے کام دربار حضرت رب العزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مسلمان بھائیو! یہی تو وہ مبارک مہینہ ہے جس کی نسبت حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب کرام شعبان کا چاند دیکھتے ہی قران پر جھک پڑتے یعنی اس ماہ مبارک میں تلاوت قرآن شریف میں اکثر اوقات صرف کرتے تھے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں مالدار مسلمان زکوٰۃ نکال کر فقراء و مساکین کو بانٹ دیتے تھے کہ غرباء کو روزہ رکھنے میں دقّت نہ پڑے حکام فوجداری قیدیوں کے دفتر منگواتے،

نہایت غور وتفتیش فرماتے، حد کے سزاوار پر حد شرعی جاری کرتے ورنہ رہائی کا حکم سناتے ہاں یہی وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس کو دربار رسالت خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص علاقہ ہے۔

ہاں اے فدایانِ روئے احمدی! اے گدایان کوئے محمدی! یہ نسبت تمہارے لئے کافی ہے جہاں تک ہو سکے اس مہینے میں صلوٰۃ وسلام کی کثرت کرو دربار انوار میں نہایت خشوع و خضوع کمال ادب اور حضور قلب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھو:

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللّٰہ

ہاں جان لگا کر کوشش کرو کہ حضور اقدس واعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہر کے ساتھ ایک خاص علاقہ حاصل ہو جائے، تم یقین رکھو کہ آنحضرت اپنے ہر امتی کو بقدر اس کے صلوۃ و سلام عرض کرنے کے جانتے اور پہچانتے ہیں روز کے پیام وسلام سے اور ارتباط نہ بڑھے یہ کب ہو سکتا ہے ہاں صلوٰۃ وسلام سے بڑھ کر اور کوئی چیز محبت بڑھانے والی اور آنحضرت سے انس اور خاص تعلق پیدا کرنے والی نہیں ہو سکتی ہاں یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس کی عظمت شان یوں بڑھائی گئی کہ عرش اعظم کے نیچے ایک دریائے نور جاری ہے جب حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے اس کو پیدا کیا اس کے ساتھ ہی ایک فرشتہ اس قدر عظیم الجثہ اور عالی قدر مخلوق فرمایا کہ اگر وہ اپنے بازو پھیلائے تو مشرق ومغرب ڈھک جائیں جو بندہ ماہ شعبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اس فرشتہ کو حکم الٰہی پہنچتا ہے کہ اس آب حیات و ماء برکت ورحمت میں غوطہ لگائے غوطہ مار کر جب وہ فرشتہ باہر آتا ہے اپنے بھیگے ہوئے پروں کو جھاڑتا ہے ہر سر مو سے ہزاروں قطرے ٹپکتے ہیں ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے اور اس درودخواں کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے کہ جو شخص بخلوص دل اس کی تعظیم کرے، اللہ سے ڈرے، اعمال صالحہ بجالائے منہیات سے بچے خدائے تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتا ہے۔ اس سال میں جتنے امراض وفتن ہوں سب سے امان میں رہے۔

شب برأت - یہ وہی مبارک مہینہ ہے جس میں ایک خاص رات ودیعت رکھی گئی ہے
قال اللّٰہ تعالیٰ و تبارک حم والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ
حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ شب مبارک شب برات ہے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اس شب میں رب جل وعلی آسمان دنیا پر جلوۂ نزول رحمت فرماتا ہے مسلمانوں کے لئے رحمت کا دروازہ کشادہ فرما دیتا ہے البتہ قاطع رحم اور کسب کرنے والی عورت اور مشاحن یعنی بغیر کسی شرعی وجہ کے مسلمانوں سے عداوت رکھنے والا اس رحمت عامہ سے محروم رہتا ہے۔ ہاں یہی وہ رات ہے جس کی کیفیت حضرت جناب صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ اسی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری چادر میں سے اس طرح علیحدہ ہوگئے کہ مجھ کو ذرا خبر نہ ہوئی میں اپنے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پاکر نہایت پریشان ہوئی اور مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاید دوسری ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اس خیال نے مجھ کو چپکے نہ بیٹھنے دیا حجرے میں چاروں طرف ڈھونڈھنے لگی کہ حضرت کے پائے مبارک پر میرا ہاتھ پہنچا آپ سجدہ میں تھے اور یہ دعا ورد زبان تھی:-

سجد لک سوادی و خیالی واٰمن بک فوادی ابوء لک بالنعم واعترف لک بالذنب ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لایغفرالذنوب الا انت اعوذ بعفوک من عقوبتک وا عوذ برحمتک من نقمتک واعوذبرضاک من سخطک اعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک.

تمام شب آنحضرت ﷺ نماز میں مشغول رہے حتی کہ قدم مبارک پر ورم آ گیا، صبح کو میں قدم دباتی جاتی اور کہتی تھی کہ اے اللہ کے محبوب آپ اتنی محنت اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں کیا آپ کے یہ یہ مراتب علیہ نہیں ہیں ارشادفرمایا **افلا اکون عبدا شکورا** کہ ہاں میرے پروردگار نے ضرور مجھ کو وہ درجات عالیہ مرحمت فرمائے جو کسی کو نہ ملے پھر

کیاان نعمتوں کاشکر یہ ادا نہ کروں اے عائشہ تم جانتی ہو کہ اس شب میں کیا کیا نازل ہوا میں نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہوا سال بھر کا حال بیان کر دیا گیا، جتنی پیدائشیں اور موتیں ہونگی سب لکھ دی گئیں، اعمال عباد کی پیشی ہوئی دوسری روایت میں وارد ہے کہ حضرت نے دریافت فرمایا اے عائشہ یہ کون رات ہے حضرت بی بی صاحبہ نے عرض کیا **اللّٰہ و رسولہ اعلم** (اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے) ارشاد مقدس ہوا یہ وہ باعظمت رات ہے جس میں خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو آزاد کرتا ہے جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔ اے عائشہ اگر تم اجازت دو تو میں عبادت کروں حضرت بی بی صاحبہ نے عرض کیا کہ جو مرضئ مبارک ہو اس کے بعد آنحضرت ﷺ عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اور صبح فرمادی اور اتنا بڑا سجدہ فرمایا کہ مجھ کو گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو اپنے پاس بلا لیا میں بہت بیتابی کے ساتھ حضور کے قریب آئی اور پائے مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس کو حرکت میں پا کر جان میں جان آئی۔ ہاں یہی وہ رات ہے کہ آیہ کریمہ **فیھا یفرق کل امر حکیم** کی تفسیر میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسی شب کے بیان میں ہے یہی وہ رات ہے کہ سو دروازے رحمت کے جس شب میں کھول دیئے جاتے ہیں۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ جس طرح مسلمانوں میں عید کے دو دن مقرر ہیں (۱) عیدالفطر (۲) عیدالاضحیٰ۔ اسی طرح فرشتوں کے لئے بھی دو راتیں عید کی مقرر ہیں (۱) برأت، (۲) قدر، چونکہ انسان کے لئے خواب لازمی ہے اور فرشتے سونے سے بری ہیں اس لئے ہمارے لئے دن مقرر ہوئے اور فرشتوں کے لئے راتیں۔

شب برات کے ظہور اور شب قدر کی پوشیدگی میں یہ حکمت ہے کہ اگر شب قدر عام طور پر ظاہر کر دی جاتی اس کا پورا پورا مرتبہ بہ تعین وقت بیان کر دیا جاتا تو بندے اس پر تکیہ کر لیتے کہ وہ **لیلۃ المغفرۃ** اور **لیلۃ الرحمۃ** ہے۔ شب برات میں شان جلالی کا ظہور ہے کہ اس میں سب باتوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے جس سے دلوں میں دہشت اور ہیبت پیدا ہونا چاہیے کہ خدا معلوم ہمارے حق میں کیا حکم ہوتا ہے۔

زمانۂ سلف صالحین وقدماء تابعین سے اس شب کے احیاء (جاگنے) کا دستور ہے چند احادیث بھی اس بارے میں وارد ہیں ائمہ کرام وصوفیا عظام کی تصنیفات کے ملاحظہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شب میں اکابر کا معمول سو رکعت کا تھا ہر رکعت میں دس بار سورۂ اخلاص پڑھتے تھے ایک روایت میں وارد ہے کہ جو شخص شب عیدین وشب برأت کو بیدار رہے اس کا دل پھر نہ مرے زندہ دل ہو جائے چنانچہ اس کی تصریح کتاب مستطاب **غنیة الطالبین** مصنفہ حضور غوث الثقلین قطب الکونین سیدنا الشیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ، واحیاء العلوم مولفہ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی ودیگر ائمہ کرام وعلماء عظام کی تالیفات میں موجود ہے۔

تنبیہ: محققین ومحدثین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں روایات ضعاف بھی مقبول ہیں اور ان پر عمل مستحسن۔ وہ ہرگز قابل رد نہیں قرار پاسکتی ہیں۔ علماء حدیث اگرچہ بطور قیود و شرائط علم اسماء الرجال کے ان روایات کے رواۃ میں جرح کرتے ہیں ان کو ضعیف ومنکر وغیرہ بتاتے ہیں لیکن وہ خود یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال میں ان سے استناد درست ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ سند کے نہ ملنے، رواۃ کا حال نہ معلوم ہونے سے ان پر جزم حکم بوضع کا نہیں ہوسکتا۔

فائدہ جلیلة: بعض علماء سے جو اس شب کے احیاء (جاگنے اور عبادت کرنے) کا انکار منقول ہے اس انکار کا منشا سمجھ لینا ضروری ہے کہ انھوں نے کس بنا پر انکار فرمایا اصل بات یہ ہے کہ بعض بلاد میں یہ معمول تھا کہ اس شب میں نوافل کی جماعت بہ تداعی قائم کی جاتی تھی جس میں اجتماع امارد ونسواں وانواع مسکرات کا ہوتا ہے علماء کرام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے ورنہ نفس شب بیداری میں عبادت الٰہی میں کس کو کلام ہوسکتا ہے زمانہ موجودہ کے علماء سو جو اتباع سنت کی آڑ میں تخریب دین ومذہب کے درپے ہیں وہ تو ضرور ایسے اعمال صالحہ کو بدعت سیئہ بلکہ کفر وشرک ہی ٹھہرادیں گے کہ عبادت نہ کرنے کے لئے نفس کو ذرا سا بہانہ نہ مل جانا چاہیے۔

لیکن مشائخ کرام واولیائے عظام کومبتدع قرار دینا اور معمولات مستحبہ مشائخ عظام اولیاء کرام کو بدعت سئیہ ٹھہرانے کا مزہ بہت جلد مل جائے گا **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون.** قیامت قریب ہے اپنے کردار کی سزا قرار واقعی پالیں گے۔ سچے مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان شیاطین انسیہ کے وسوسہ پر لاحول بھیج کر اس شب میں جہاں تک ہو سکے اللہ کی یاد کریں۔ نہایت شوق و ذوق، حضور و سرور کے ساتھ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج کر اپنی عافیت بنائیں، جہلا کی رسوم کوئی چیز نہیں ان سے احتراز لازم رکھیں، تمام منہیات شرعیہ سے بچیں۔ بلاد ہندوستان میں جو آتش بازی کا رواج ہے اور وہ کسی وقت سے کیوں نہ ہو محض ممنوع، خیال تو کیجئے کہ اس بیہودہ حرکت ناشائستہ امر سے بجز تضیع مال اور اسراف کے کیا حاصل۔ نرا لہو ولعب اور پھر یہ امر ممنوع خاص اس رات میں جس کا موضوع اصلی خوف و دہشت عبادت و ریاضت ہو بقول شخصے کہ کریلا اور نیم چڑھا۔

نعوذ باللّٰہ من وساوس الشیاطین.

رمضان مبارک

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن (رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا)

حضرات! یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں کلام الٰہی نازل ہوا خدائے تعالیٰ کے وسیع فضل نے تمام عالم کو مفخر فرمایا۔ خوب سمجھ لیجیے کہ جو برکات وکرامت اس باشرف اور بڑی عزت والے مہینہ کو عطا ہوئے دوسرے مہینوں کو وہ نہیں ملے۔ کتب احادیث وغیرہ پر نظر ڈالئے تو خاص اس بارے میں کافی سرمایہ موجود ملتا ہے لیکن ہم نہایت اختصار کے ساتھ چند آثار واحادیث اپنے معزز ناظرین ''تحفہ حنفیہ'' کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حضرات اہل اسلام! یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کی ثناء و وصف صحیحین سے یوں ثابت ہے کہ جب رمضان آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازوں پر قفل لگا دیا جاتا ہے۔ ہاں یہ وہ مہینہ ہے کہ شیاطین زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں۔ جناب قاسم نعیم علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد مقدس ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں منجملہ ان کے ایک دروازہ کا نام ''ریّان'' ہے وہ دروازہ صرف روزہ داروں کا رہگذر ہے اور کوئی اس دروازے سے داخل نہ ہوگا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ''ریّان'' کے معنیٰ سیراب کے ہیں جو وہاں پہنچے گا میدان حشر کی تشنگی کافور ہو جائے گی اور طبیعت مسرور ہوگی۔ ہاں! اسی مہینہ کی شان میں کہا گیا کہ جو خالص لوجہ اللہ نہایت خوشی اور سچی محبت سے رمضان کے روزے رکھے حق تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے اسکے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا۔ ہاں یہی وہ مہینہ ہے کہ جو شخص اس کی راتوں میں قیام کرے یعنی نماز تراویح

پڑھے خدا کی یاد کرے اس کے (اگلے) ماتقدم گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ہاں اعمال بنی آدم کے عوض میں کم سے کم دس گنا اور زیادہ سات سو گنا تک بحسب نیات ثواب ملتا ہے مگر روزہ کی وہ نرالی شان ہے کہ رب العزت عم نوالہ فرماتا ہے کہ انہ لی یعنی روزہ خاص میرے لئے ہے اس کی جزا وہ دوں گا جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی۔ ہاں ہاں اس کا انعام خاص مجھ سے تعلق رکھتا ہے ملائکہ مقربین کو بھی اس میں کوئی دخل نہ ہوگا۔ ہاں روزے دار کے منھ سے جو بو نکلتی ہے اللہ کے نزدیک وہ مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ ہاں روزہ وہ قوی سپر ہے جس پر شیطان اور نفس کے زبردست حملے ذرا کارگر نہیں ہو سکتے۔ ہاں روزہ کی یہ زبردست قوت ہے کہ بروز قیامت دوزخ بھی روزہ دار کا بال نہ بیکا کر سکے گی۔ ہاں! یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کی چاندرات کو ہاتف غیبی پکارتا ہے **یا داعی الی الخیر اقبل.** اے رحمت الٰہی کے متلاشیو! چلو دوڑو، ہاں یہی وہ مہینہ ہے کہ بروز قیامت یہ مہینہ اور قرآن دونوں شفاعت کریں گے۔ رمضان کہے گا اے میرے پروردگار میری خاطر اس بندہ نے کھانا پینا ترک کر دیا، نفسانی خواہشوں سے دور رہا آج میں اس کے کام نہ آؤں یہ مروت سے بعید ہے۔ اس بندہ کو بخش دے، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ قرآن شریف فرمائے گا اے باری تعالیٰ اس بندہ نے میری خاطر تمام رات جاگتے جاگتے صبح کر دی آج اس کو نعم البدل عطا فرما۔ ارشاد باری ہوگا کہ تمہاری سفارش منظور ہے ہم نے اس کو بخش دیا۔ ہاں یہی وہ مہینہ ہے جس کے مناقب جلیلہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ رمضان سے ایک روز پیشتر جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں بیان فرمایا کہ اے مسلمانو! ہوشیار ہو جاؤ اب وہ مبارک مہینہ تمہارے سروں پر جلوہ افگن ہوتا ہے جس کی علو مرتبت ورفعت قدر کا اندازہ کر لینا کوئی آسان امر نہیں ہے۔ وہ بڑا مبارک اور عظیم القدر مہینہ ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جس کی برابری ہزار مہینے نہیں کر سکتے اس مہینے کے روزے حق تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائے ہیں اور رات کا قیام یعنی تراویح سنت، اس مبارک مہینہ میں ایک نفل کا ثواب اور مہینوں

کے فرض کے ثواب کے برابر ہے اور فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستّر فرضوں کے ثواب کے برابر۔ ہاں یہی تو شہر المواساۃ ہے اس میں مسلمانوں کو خزانۂ قدرت سے رزق پہنچتا ہے۔ اس مہینہ میں فقیروں، مسکینوں پر احسان کرو۔ ہاں یہ مہینہ وہی تو ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غریب روزہ دار کا روزہ کھلوائے اس کے گناہوں پر قلم پھیر دیا جائے، دوزخ سے آزادی ملے اور پھر یہ وسیع رحمت کہ روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی ہو جائے یہ بھی نہ ہوگا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات تو بڑے کام کی اور نہایت ہی مفید ہے مگر ہر شخص کو اتنا کہاں مقدور ہے کہ مسکینوں کو کھانا کھلائے، ارشاد ہوا رحمت الٰہی وسیع ہے کوئی بھی محروم نہیں رہ سکتا اگر زیادہ توفیق نہیں تو ایک چُلّو دودھ یا ایک خرما، ایک گھونٹ پانی سے روزہ کھلوادے کہ یہی کافی ہے۔ ہاں یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت، درمیان مغفرت اخیر اس کا **عتق من النار** (دوزخ سے چھٹکارا) ہے۔ ہاں یہی وہ زیب و زینت والا مہینہ ہے جس کی صفت حضرت ابن عمر سے یہ منقول ہے کہ ایک سال سے دوسرے سال تک رمضان کے انتظار میں جنت کی آراستگی کا انتظام کیا جاتا ہے طرح طرح سے بناؤ سنگھار کیا جاتا ہے جب پہلی تاریخ رمضان کی آتی ہے عرش الٰہی کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے اور اشجار جنت کے پتوں کی حرکت سے ایک عجیب دلکش اور موزوں آواز سنائی دیتی ہے جس کو سن کر حوریں بن ٹھن کر جنت کی کھڑکیوں میں آبیٹھتی ہیں اور کہتی ہیں کوئی ہمارا خواستگار ہمارا چاہنے والا ہے تو ہمارے مالک رب العزت سے ہمارے وصال کی درخواست کرے پھر رضوان سے پوچھتی ہیں کہ آج یہ کیا انتظام ہے یہ رونق و زینت آج کی رات کس لئے ہے رضوان جواب دیتا ہے کہ تم کو خبر نہیں کہ رمضان المبارک کی آج پہلی رات ہے صائمین امت محمدیہ **علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ** کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ ہاں یہی وہ مہینہ ہے جس کا حال حضرت سیدنا ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا آنحضرت نے ارشاد فرمایا...... **لو یعلم العباد ما فی الشهر رمضان لتمنی العباد ان یکون شهر**

رمضان سنة یعنی اگر میری امت کو رمضان کی فضیلتیں کماینبغی معلوم ہو جائیں تو وہ یہ آرزو کریں کہ کاش سارا برس رمضان ہوتا۔

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ رمضان رمض سے مشتق ہے بمعنی حرّ یعنی رمضان گناہوں کو جلا ڈالتا ہے یا رمض سے بمعنی اس باران کے جو فصل خریف میں آئے یعنی سب گناہوں سے دھو کر پاک و صاف کر دیتا ہے۔

شب قدر : حضرات! یہی وہ مبارک اور سعید مہینہ ہے جس میں لیلۃ القدر جیسی باشرف اور باقدر رات کی سرفرازی ہوئی۔ مسلمان بھائیو! خیال تو کرو کہ تمہارا غم خوار تمہارا شفیع تمہارا نبی تمہارے ساتھ کس درجہ مہربان ہے ایک دفعہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے خیال گزرا کہ دیکھا جائے کہ حق تعالیٰ میری امت کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے؟ خاطر مبارک کا ذرا مغموم ہونا تھا کہ وحی پہنچی، اے میرے حبیب! امت کے بارے میں یہ فکر یہ غم کیوں ہے؟ یقین رکھو کہ تمہاری امت کو وہ مراتب علیہ دیئے جائیں گے جو انبیاء سابقین کو مرحمت ہوئے ہیں، ملائکہ عظام ان کے پاس آتے تھے سلام بجالاتے تھے اسی طرح تمہاری امت کے پاس بھی شب قدر میں ملائکہ کو بھیجوں گا۔ ہاں یہی وہ رات ہے کہ اس شب میں حضرت جبرئیل امین کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ جبرئیل امین ملائکہ مقربین کا جھمگٹ اپنے ساتھ لے کر نہایت تزک اور احتشام کے ساتھ زمین پر آتے ہیں اور سقف کعبہ، قبر مبارک حضرت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء، مسجد بیت اللہ، مسجد طور سینا پر ایک ایک نشان نصب کرتے ہیں اس انتظام کے بعد حضرت جبریل تمام ملائکہ کو حکم سناتے ہیں کہ اب اپنے کام پر مستعد ہو جاؤ شہر یا جنگل، دریا یا پہاڑ جہاں بھی ایک مسلمان ہوگا وہاں فرشتے پہنچ کر سلام کرتے ہیں اور صبح تک تقدیس و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں۔ امت محمدیہ کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔ البتہ جس گھر میں کتا یا شراب یا تصویر ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے، صبح ہونے پر سلام وداعی کہہ کر رخصت ہوتے ہیں۔ ملائکہ آسمان پر استفسار کرتے ہیں کہ کہاں سے آئے ہو، کہاں گئے تھے؟ حضرت جبرئیل جواب دیتے ہیں کیا تم کو معلوم نہیں کہ آج شب قدر تھی امت

محمدیہ **علی صاحبھا الصلوۃ والتحیہ** کے پاس ہم بھیجے گئے تھے۔ملائکہ پھرسوال کرتے ہیں کہ خیر یہ تو فرمائیے کہ خدائے تعالیٰ نے امت مرحومہ کے ساتھ آج کیا برتاؤ کیا۔حضرت روح القدس جواب دیتے ہیں **نظر الیھم فغفرلھم** ہاں رب العزت نے اپنے محبوب کی امت کونظر شفقت ورحمت سے ملاحظہ فرما کر بخش دیا اس جواب کوسن کرتمام ملاءاعلیٰ میں خوشی کے شادیانے بجنے لگتے ہیں دھومیں مچ جاتیں ہیں تسبیح وتہلیل کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔اس تہنیت ومبارک باد کا شورسن کرعرش الٰہی بھی خوشی کے مارے تسبیح وتہلیل کا ڈنکا بجاتا ہے خطاب ہوتا ہے **یا عرشی لم رفعت صوتک** اے عرش مجید یہ خوشی کیسی ہے اور کیوں شور مچا رکھا ہے عرش الٰہی جواب دیتا ہے کہ اے بارخدایا خوشی کیسی نہ کروں آج تو نے صالحین امت محمدیہ کی مغفرت فرمائی اور گناہگاروں کے حق میں اچھوں کی شفاعت قبول کر لی۔حضور غوث الثقلین قطب الکونین سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام ہرمسلمان کو سلام کہہ کراس سے مصافحہ کرتے ہیں اور مصافحہ جبریلی کی علامت یہ ہے کہ مسلمان کا بدن کانپ جائے۔آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں دل دہلنے لگے۔اس باعظمت ورفعت رات کی تعیین میں محدثین کرام ومفسرین عظام کے اقوال مختلف پائے جاتے ہیں مثل مشہور ہے جویندہ یابندہ (ڈھونڈنے والا ہی پاتا ہے) بہتر یہ ہے کہ اخیرعشرہ کی طاق راتوں میں اس نعمت عظمٰی کے حصول کی کوشش کرنا چاہیے مگر محققین کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس کا نصیب یاوری کرے یہ دولت جس کو میسر ہواس کو مناسب یہی ہے کہ ظاہر نہ کرے کہتا نہ پھرے۔

احکام صوم : رمضان المبارک کے چاند کی رویئت صرف ایک شخص کی شہادت پر معتبر ہے بشرطیکہ دیکھنے والا عادل اور کم سے کم مستورالحال ہواور عید کے لئے دومرد یا ایک مرد دوعورتیں ضروری ہیں مگر یہ اس وقت ہے کہ بادل محیط ہو ورنہ اگر مطلع صاف ہے تو جم غفیر درکار کہ شہر کے بہت سے آدمی ہرطرف ہرمحلّہ میں دیکھیں حدیث صحیح میں وارد ہے **لا تصوموا حتی ترو الھلال ولا تفطرو احتی تروہ فان غم علیکم فاقدرو الہ**

ثلثین یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اگر رمضان کی انتیس کو بادل کے سبب چاند نظر نہ آئے تو پورے تیس ۳۰ روزے رکھو۔ حضرات! چاند کا دارومدار شریعت مطہرہ میں رویت پر رکھا گیا ہے، منجمین کے حساب پر روزہ کا افطار وعدم افطار جائز نہیں۔ ہاں ہاں جنتری بھی اس بارے میں بالکل غیر معتبر۔ ارشاد مقدس ہے **نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وهكذا وعقد الابهام فی الثالثه ثم قال الشهر هكذا و هكذا** یعنی تمام الثلثین یعنی یہ امت مرحومہ امیہ ہے اس کو ستاروں کے حساب سے کوئی تعلق نہیں۔ چاند کبھی تیس کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس کا پس چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ جن کے دلوں میں احکام شرعیہ کی بے وقعتی نہیں پیدا ہو گئی ہے وہ بخوبی سمجھتے ہیں تار کا ذریعہ محض بے اعتبار ہے۔ خطوط کی خبریں بالکل غیر مفید اور بیکار، البتہ کتاب القاضی الی القاضی کا ضرور اعتبار ہے مگر وہ یہاں مفقود معدوم۔

سحری : سحری کا کھانا سنت مصطفویہ ہے اس میں بھی بہت بڑی برکت ودیعت رکھی گئی ہے **فصل ما بين صيامنا وصيام اهل الكتاب اكلة السحر** یعنی اہل کتاب اور اہل اسلام کے روزوں میں مابہ الامتیاز سحری ہے سحور اس کھانے کو کہتے ہیں جو رات کے آخری چھٹے حصہ میں کھایا جائے یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ سحری میں تاخیر اور افطار میں تعجیل مستحب ہے **لا يزال الناس بخير ما عجلو الفطر** یعنی مسلمانوں میں سے خیر و برکت اس وقت تک نہ اٹھیگی جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، ہاں بادل کے دن انتظار و تاخیر کرنا چاہیے۔

اگر روزہ دار نے عمداً روزہ میں کچھ کھا لیا، پانی وغیرہ پی لیا، صحبت کر لی تو اس پر روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہونگے۔ اگر کلی کرنے میں غلطی سے پانی نیچے اتر گیا، یا ناک کی راہ یا کان کی طرف سے پانی اوپر کو چڑھ گیا، یا کنکری نگل لی، یا قصداً منھ بھر کے قے کر دی، یا سحری ایسے وقت کھائی کہ صبح صادق طلوع ہو چکی تھی اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ ابھی رات ہے یا غروب آفتاب کے خیال سے افطار کر لیا اور ہنوز آفتاب موجود تھا ان سب صورتوں میں فقط

قضاء لازم آئیگی کفارہ نہیں اور اگر بھول کر کچھ کھالیا پی لیا خواہ تھوڑا سا یا پیٹ بھر کر یا صحبت کی یا بلا اختیار دھواں یا غبار منھ میں چلا گیا تو روزہ باقی رہے گا۔ روزہ میں سرمہ لگانا، مسواک کرنا مباح ہے۔ سالن کا مزہ چکھنا اور وہ بھی اس طرح پر کہ حلق تک اس کا اثر نہ پہنچے مکروہ ہے۔ اگر بچہ بھوک کے مارے بے قرار ہے اور بغیر اس کے کہ چبا کر اس کو نہ دیا جائے وہ نہیں کھا سکتا تو اس کے لئے چبانا مکروہ نہیں ہے۔ شیخ فانی جو روزہ نہ رکھ سکے وہ ہر دن ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ حاملہ عورت، دودھ پلانے والی، مریض یہ سب روزہ افطار کر سکتے ہیں بشرطیکہ روزہ رکھنے سے یا خود اس کو تکلیف زیادہ ہو یا بچہ کے ضرر کا خوف ہو یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ علی ھذا القیاس مدت سفر کا مسافر بھی افطار کر سکتا ہے مگر ان سب مرضعہ، حاملہ، مریض، مسافر پر قضاء لازم ہوگی۔

آداب صوم : جھوٹ نہ بولے، کسی کی غیبت نہ کرے، بیہودہ فحش باتیں زبان سے نہ نکالے، خلاف شرع آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے، جس جلسہ میں غیبت یا کذب بیہودگی ہرزہ سرائی ہو وہاں نہ بیٹھے کہ ان امور کے بعد روزہ رکھنا اور نہ رکھنا یکساں ہو جاتا ہے ارشاد مقدس ہے کہ **کم من صائم لیس له من صومه الا الجوع والعطش** یعنی بہت سے روزہ داروں کو روزہ رکھنے سے بجز بھوک اور پیاس کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے **خمس یفطرن الصائم الکذب والغیبة والنمیمة والیمین الکاذبة والنظر بشهوة** یعنی پانچ روزہ دار ایسے ہیں جن کا روزہ افطار کے حکم میں ہے: ۱۔ دروغ گو، ۲۔ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنے والا، ۳۔ چغلی کرنے والا، ۴۔ جھوٹی قسم کھانے والا، ۵۔ شہوت کی نظر سے غیر عورت کو دیکھنے والا۔ روزہ سے غرض نفس کا ضعیف کرنا خواہشوں کا مارنا ہے لہٰذا افطار کے بعد خوب سا پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے۔ بعد افطار خدا کی طرف لو لگی رہے کہ دیکھئے ہمارا روزہ مقبول ہوا یا مردود۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے اس ماہ مبارک میں چند آدمیوں کو دیکھا کہ نہایت شاداں وفرحاں بیٹھے ہوئے ہنستے ہیں آپ نے نہایت پرحسرت لہجہ میں ارشاد

فرمایا کہ تم کو یہ بھی کچھ خبر ہے کہ یہ کونسا مہینہ ہے اور اس میں کیا کرنا چاہیے ہر شخص یہی ساعی ہے کہ میں اچھی طرح عبادت کرلوں اور بازی جیت لوں بعض تو اپنی تیز اور مستعد ہمت کے گھوڑے اڑائے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ گئے اور بعض پست ہمت راہ میں تھک کر رہ گئے ان کی ساری محنت برباد ہوئی بجز خسران کے اور کچھ نہ حاصل ہوا۔ پس کس قدر تعجب انگیز اور اندوہناک یہ امر ہے کہ جس دن میں پہنچنے والے پہنچ گئے اور پست ہمت ناکامیاب رہے اس دن میں کون ذی عقل اپنی عمر رائگاں کردے گا۔ قسم خدا کی اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو مقبول بندے اپنی قبولیت کی خوشی میں اور مطرودین اپنی حسرت وندامت پر ہنسی کا نام نہ لیں۔

تراویح : قیام رمضان جس کو فقہاء کی اصطلاح میں تراویح کہتے ہیں سنت ہے، فقہاء محققین نے روایت فرمائی ہے **فرض الله عليكم صيام رمضان سنت لكم قيامهٗ** یعنی خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض کئے اور تراویح کو میں نے سنت ٹھہرایا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ زمانۂ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں تراویح کی جماعت چند ایام تک ہوکر بخوف فرضیت جماعت ترک کردی گئی۔ بعد کو زمانۂ خیر صحابہ کرام میں بیس رکعت تراویح کی جماعت کا التزام واہتمام بہ ہیئت کذائیہ ہوگیا اور قرناً بعد قرنٍ عصراً بعد عصرٍ اسی پر عمل درآمد رہا۔ اسی واسطے جماہیر علماء حنفیہ نے تمام متون اور شروح اور فتاوی میں بیس رکعت تراویح کو سنت مؤکدہ ہونا تحقیق فرمایا ہے اور رسائل مستقلہ اس بارے میں تصنیف فرمائے ہیں مگر افسوس کہ اس زمانہ میں وہابیہ ضالین نے روافض لیام کی فضلہ خواری میں اتباع حدیث کو منحصر سمجھ رکھا ہے۔ اس سنت مؤکدہ کو بحیلۂ زیادت علی السنہ فعل ضلالت قرار دیتے ہیں دیکھو تالیفات مطبوعہ صدیق حسن خاں وغیرہ۔ حضرت امیر المومنین سیدنا جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو تراویح کی ہیئت کذائیہ مستحسنہ کی نسبت **نعمت البدعة** فرمایا ہے بعض شیاطین وہابیہ نے اس کے معنی یہ لکھ دیئے کہ بہت بری ہے تراویح، دیکھو رسالۂ اعتصام السنہ مولفہ قاضی جہاؤ مطبوعہ کانپور۔

بعض گمراہ علی الاعلان یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تو صرف سنت رسول اللہ کو مانتے ہیں نہ عمر کو جانیں نہ علی کو مانیں **نعوذ باللہ من ذلک** افسوس صد افسوس کہ اتباع سنت کا دم بھر کر اپنے آپ کو سچا متبع حدیث مان کر ارشاد مبارک **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین** (تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے) اور فرمان ہدایت نشان **سیحدث بعدی امور واحبها الی ما احدث عمر الحدیث.** (میرے بعد بہت سی چیزیں نئی پیدا کی جائیں گی مجھے عمر کی ایجاد کی ہوئی چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں) وغیرہ کو مردود ٹھہرائیں اور بایں ہمہ آپ کو سنی بتا کر روافض کی طرح حضرات خلفاء راشدین پر تبرا کریں اور زیادہ تحقیق اس کی "جامع الشواہد" و "فتح المبین" وغیرہ میں دیکھ لینا چاہیے باقی لفظ بدعت کی تحقیق یہ ہے کہ لغت میں ہر نو پیدا چیز کو بدعت کہتے ہیں اور شرعاً بمقابلہ سنت کے ہے پس اس معنی کر جو امر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حادث ہوا اگر وہ مزاحم و مغیر سنت ہو تو ایسا ہر امر ضرور بالیقین ضلالت ہے اور جو امر موافق سنت اور داخل حکم شریعت ہو وہ یقیناً وحکماً داخل سنت اور بلحاظ ہیئت خاصہ کے اس پر بدعت حسنہ کا اطلاق کیا جاتا ہے اور بدعت حسنہ بالاتفاق موجب اجر وثواب ہے۔

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ **احقاق حق** (فارسی) - سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج،تحقیق: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۱۵۶، قیمت - ۶۰/روپے

۲۔ **عقیدۂ شفاعت** کتاب وسنت کی روشنی میں -
سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۱۲۲، قیمت - ۴۰/روپے

۳۔ **مناصحة فی تحقیق مسائل المصافحة** (عربی) -
تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰/روپے

۴۔ **طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول) - مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی،
تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری صفحات - ۱۰۴، قیمت - ۳۵/روپے

۵۔ **البناء المتین فی احکام قبور المسلمین** - مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی،
تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری صفحات - ۴۰، قیمت - ۱۵/روپے

۶۔ **تذکار محبوب** (تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی) -
مولانا عبد الرحیم قادری بدایونی صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰/روپے

۷۔ **مدینے میں** (مجموعۂ کلام) - تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری بدایونی
صفحات - ۶۸، قیمت - ۲۰/روپے

۸۔ **مولانا فیض احمد بدایونی** - پروفیسر محمد ایوب قادری،
تقدیم وترتیب: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰/روپے

۹۔ **قرآن کریم کی سائنسی تفسیر** ایک تنقیدی مطالعہ - مولانا اسید الحق قادری
صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰/روپے

۱۰۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی) - محمد تنویر خان قادری بدایونی
صفحات - ۴۰، قیمت - ۲۰/روپے

۱۱۔ **سیرت مصطفیٰ** (ﷺ) **کی جھلکیاں** (ہندی) - محمد تنویر خان قادری بدایونی
صفحات - ۴۴، قیمت - ۲۰/روپے